عہد پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں

[illegible]

مولفہ محمد احمد علی صاحب بی اے

پرنٹر و پبلشر منشی سخاوتعلی علوی۔

سنہ ۱۹۱۲ء

الناظر پریس واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

حق تالیف محفوظ

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

DS
485
094A54

Ahad 'Ali, Muhammad
Muraqqa'-i Avadh

DS
485
094A54

LIBRARY
FEB 27 1976
UNIVERSITY OF TORONTO

تیں ہو
یں ں
ہانی ہی

اغ مین آیا اور نکل گیا۔ ایک
الئی اور تعبیر پوچھتے پوچھتے بھول
یسا بنا کہ جسکا ہر کارخانہ سامری کے
ہ کہیں نام ونشان تک باقی نہ رہا
ں نے یہ طلسم بنایا تھا۔ ابھی بادشاہت
ک زندہ ہیں جو اپنے چشم دید حالات
ے روتے رلاتے ہیں۔ تاریخ کی
و دلانیوالے واقعات تھوڑے
بانی روایتیں حکایتیں سنتے
ں کے نیچے بھر جاتا ہی اور تاریخیں
ب جادو کی نیرنگ سازی کا مزا
زمین آسمان کیونکر بدل گئے دل
سلمانوں کی یہی نکبت زدہ قوم پر سہر

...ین کو کرکہ آپ کا... کی انکھنؤ کو بے رین کہ اگر ان وہ بھی کوئی بھی ہین

...چلنے پھرنے والے ہی اُٹھ گئے زمانے نے نئی بساط بچھائی ہی۔ ہائے اسیر...

...فرما گئے ہین ؎

بڑھ گئی کھدنے سے زیادہ اور شان لکھنؤ

لامکان ہی اندنون ہر اک مکانِ لکھنؤ

...تے ہین جسطرح انسانون اور حیوانون کی زندگی کے کئی دورے ہوتے ہین بچپن

...جوانی۔ کہولت اور شیخوخیت اُسی طرح ملکون سلطنتون۔ اور قومون کی بھی عمر ہو...

...ور اُسمین بھی ایسے ہی دورے ہوتے ہین لکھنؤ کی بادشاہت کی بھی ایک...

...پہلے بچپن ہوا۔ پھر شباب آیا۔ اور شباب کے آتے ہی جوانی کہولت۔ شیخوخیت۔ اور

...کا پیش خیمہ آگیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ؎

سنبھالے ہوش تو مرنے لگا حسینون پر

اُسے تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

...اکثر دیکھا گیا ہی انسان جوش نوجوانی اور عنفوان شباب کی سرشوری مین ایسی

...ان کر گزرتا ہی کہ اُسیوقت سی طبیعت کو اک روگ لگ جاتا ہی پھر جب تک

...ن کا زور چلتا ہی ہشاش بشاش توانا وتندرست رہتا ہی۔ ادھر کہولت نے

...ھائی اُدھر دبی ہوئی آگ بھڑک اُٹھی۔ امراض کا زغنہ شروع ہوگیا۔ پُردائی ہوا چلی

...چوٹ اُبھر آئی زخم پھر آئے ہوگئے ناسور پھر ٹپکنے لگا۔ بعینہ یہی حال لکھنؤ کی بادشاہت

...زمانہ عنفوان شباب کا تھا۔ جب دل سے دیدے تک بہار آئی ہوئی تھی۔ ہر طرح کا

موقع تھا کہ ہمت اور الو العزمی اپنی جو ہر

ت بی اعتدالیان بڑھین۔ بیخودی اور

زیادہ ہوے صحبت کا رنگ بگڑا اصحاب

ن داخل ہوے۔ شمع حیات نے صبح پیری

ن کہنا چاہیئے کہ ؎

منا بھی آئی

مین ہوا بھی آئی

استان ہر حصۂ دنیا مین سراپا حیرت اور

ہی اور اُسکے تمام شعبے تو نیرنگی زمانہ کے

م کے دوسرے شہر و نمین، ذرا جاکے کوئی

جائیگا کہ یہ تباہی زدہ قوم اپنی وقتو نمین

ین اور جو کے ستو کھا کھا کے عرب کی جلتے

م کی فرمانروائی کے پرچم اُڑاتے چلے تھے

عرب را بجائے رسید است کار

ند آرزو"

رکو اس درجے پر پہنچایا کہ ایک طرف

لے سمرقندی وشیرازی تمام   اسقدر الوان نعمت کے لگائے اُسنے خوان

ورخین متفق ہیں کہ اودھ کے فرمانروا عجمی النسل تھے۔ اور اگرچہ اس عمارت

پھر رکھنے والا ایک نجیب الطرفین سیّد تھا جو خانہ دامادی کا طعنہ سنکے اور دل

ر باں کا زخم کھا کے وطن اور عزیزانِ وطن سے منہ موڑنے اور ہندوستانکی طرف

مجبور ہو گیا تھا لیکن اُسکا نشین رجسے خانہ دامادی کی بدولت یہ عروج حاصل

دماغ کی اولاد تھا اور اسی کی آل اولاد پہلے نواب وزیر اور پھر بادشاہ بنکے سوا سو

ں ملک کی ڈھائی تین کرور رعایا کی قسمتوں کا فیصلہ کیا کی۔

ں کچھ شک نہیں کہ وہ با اقبال غریب الوطن طالع ہمایوں لیکے دنیا میں آیا تھا کہ جسوقت

بے مہری نے اُسے خانماں خراب کیا اسوقت ہندوستان کی اسلامی شہنشاہی کا

یت شکست ہو رہا تھا ظاہر فی الجملہ درست تھا مگر "درختِ اقبال کی جڑ کو دیمک لگ چکی

ہونچا اور ایسے موقع سے پہونچا کہ دست و بازو کے زور و قوت اور دل و دماغ کے

ہر دکھانیکے واسطے اُسے میدان صاف ملا۔ پھر تو تائیدِ غیبی اور مشیت ایزدی نے

دکھاے کہ اگر چشم بینا ہو تو اُس سے بہت کچھ سبق پڑھ لے۔

چہ زمانے کے ظالم ہاتھ نے بادشاہ اور بادشاہت سب کا خاتمہ کر دیا۔ اور "ایک

ہی" کے سوا کچھ رہ نہیں گیا ہی۔ لیکن دلوں کے گرمانے کیواسطے "یہ عبرت خیز اور درد

ت بلاکشاں" ابھی کچھ کم نہیں۔ اور اسی لیے راقم الحروف نے قصد کیا ہی کہ ذرا مختصر طریقے

پر کی پیدایش۔ اُٹھان اور لہلہاتی جوانی کی داستان حوالۂ قلم کردوں۔ شاید کسی دلِ ناصبور

یا کی ناپائداری کا حق الیقین ہوجاے اور وہ

ب آئے دن مبتلا رہتے ہیں - کیونکہ ؎

کہ آئین جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

و بنیاد

رنج ہوتا ہے اب اس قصے کو دہراتی ہوے

گردش ایام رفتار میں بجلی کی سرعت دکھارہی

حباب آسا عالم فانی کی سطح پر سر اُبھارتے

خدا جانی کتنوں نے سر اُبھارا اور رہگئی سیکڑوں

یں نظر رہی تھیں - اُنھیں کو اسکا ماخذ سمجھنا چاہیے -

ں -

صاحب بزبان انگریزی -

رقومہ سر ہنری لارنس صاحب -

حب -

علی -

انھیں بخت آزما جانبازوں مین سیّد محمد امین نامی ایک مردِ میدان تھے جنھون ذاودھ
کے خاندان شاہی کی بنیاد ڈالی۔ یہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد اور صحیح النسب سیّد تھے
انکے باپ میر محمد نصیر عرصہ ہوا نیشاپور سے ترک وطن کرکے ہندوستان آچکے تھے اور بہادر شاہ
خلف ثانی اورنگ زیب عالمگیر کی ملازمت مین تھے۔ وہ زمانہ وہ تھا کہ ہندوستان مین مغلیہ سلطنت کی
زرریزی و گہرپاشی کی داستانین سُن سُن کے اسلامی دنیا کے ہر گوشے سے پریشان حال اور تیرہ
روزگار مسلمان ادھر ہی کا رُخ کرتے اور "یا قسمت یا نصیب" کی صدا دیتے اسی مُلک مین
وارد وصادر ہوا کرتے تھے میر محمد نصیر صاحب بھی عسرت اور فلاکت سے حیران پریشان
ہوکے گھر سے چلے تو بڑے بیٹے میر محمد باقر کو ساتھ لیکے ہندوستان مین داخل ہوگئے۔
چھوٹے صاحبزادے میر محمد امین خانہ دامادی کی عیش و تنعم کو چھوڑ کے آنا مناسب نہ سمجھے
لیکن بعد چندے باپ کی برگشتگی بخت کا ورثہ بیٹے کو بھی ملا۔ طمانیت خاطر کے پھول سونگھتے سونگھتے
طعن و تشنیع کا کانٹا چُبھا۔ عیش منغص ہوا۔ سامان راحت موجب صد زحمت ہوا۔
لذات نفسانی پر آلام روحانی نے شبخون مارا قصہ مختصر۔ بھرے پُرے گھر کو چھوڑ
کے غریب الوطنی پر کمر باندھنا پڑی۔ ہندوستان کی راہ تو کھُلی ہوئی تھی۔ باپ کے
نقش قدم پر چلکے یہ بھی اسی ملک مین وارد ہوگئے۔ لیکن ہنوز منزل تک نہ پہونچے
تھے راستے ہی مین تھے کہ باپ کے مرنے کی خبر ملی۔ "انھم بالاے الم" سمجھ کر راضی
برضا ہوگئے۔ اور تقدیر الٰہی پر شاکر ہوکے ہمت نہ ہارے کچھ دن مختلف مقامات مین
بسر کرکے آخر کار شاہجہان آباد پہونچ گئے۔ یہان اگرچہ شہنشاہی کے کارخانے

ں شرفا کے واسطے معیشت کے
ر کی قدر شناسی سے بے سر و سامان
اغ ہفت ہزاری لائے تھے
ہ مین رسائی ہو گئی۔ اب فرخ سیر
ندی؛ میانت ستارہ بلندی
زی عطا فرمایا۔ اور پہلے باڑی
ختصاص کی مہر کی۔ پھر بعد چند
ر بار کے مالک سلطنت و شہنشاہی
سید عبداللہ اور سید حسین علی
یوان پر عرج : اقبال بھی جبتک
ن کشی اور ناسپاس گزاری جلادی
ے تھے وہی ظالم غدار نکلے۔ جنکو
ر جان جاتی تھی اُنھون نے
لطنت پائی۔ شاہانہ راحت
ب برات کا سمان نظر آیا۔ راگ
ں اور فرمانروائی کے طوطی کی
ت ع یہان دماغ نہ تھا
ی" کا ماجرا زیر نگاہ ہوا۔ سادات

کہ سعادت خاں برہان الملک کا خطاب پایا۔

اگرچہ سادات بارہہ کے استیصال سے عیش پسند بادشاہ کو بہت کچھ آزادی و فارغ البالی نصیب ہو گئی لیکن ملک بھر میں جو طوائف الملوکی برپا تھی اُسکا کچھ علاج نہوا۔ نظم و نسق کی باگیں ڈھیلی ہو چکی تھیں اور بدلگام منہ زور جانوروں کی روک تھام آسان نہ رہی تھی۔ آئے دن ایک نہ ایک طرف سے تردد انگیز خبریں اور وحشت خیز اطلاعیں دربار میں پہونچتیں اور راحت میں خلل ڈالتیں۔ ابتری و بےامنی کے چرچے عیش منغص کرتے عین اسی زمانے میں صوبۂ اودھ سے شیخزادگان لکھنؤ کی شورہ پشتی۔ و سرکشی کی خبریں پیاپے پہونچنے لگیں اور ان گرماگرم رپورٹوں کو سنتے سنتے آخرکار اُسکے تدارک پر توجہ ہوئی اور یہ تجویز ہونے لگی کہ کون مرد میدان وہاں بھیجا جائے۔ جو تسلط بٹھائے اُکھڑی ہوئی حکومت جمائے۔ اُلٹی ہوئی بساط پھر بچھائے۔ اتفاق یہ کہ جو حریفان غماز اس جانباز سیّد کی ترقی جاہ و منصب سے ہر وقت خار در جگر رہتے تھے اُنکے دلوں میں یہی سمائی کہ کسی طرح اُسے "از دیدہ دور روز دل دور" کرکے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ چنانچہ یہی حیلہ نکال کے سب نے اپنی ہمت اسی پر مصروف کر دی کہ کسی طرح برہان الملک ہی کو یہ خدمت تفویض ہو جائے۔ جوڑ توڑ لگائے سازشیں کیں اور آخرکار کانٹا سمجھکے دربار سے نکالا لیکن۔ خدا کی مشیت کون جانتا تھا۔ اور یہ کسے خبر تھی کہ یہی کانٹا کبھی گلدستہ رنگارنگ کی مہک گلشن ہستی میں پھیلائیگا۔ خرابے میں چمن زار کھلائیگا اور زمین شور میں سنبلستاں کی بہار دکھائیگا سچ ہے۔

... وار ہندوؤں کے سرکشی و سرہنگی ...

... بقا و بقائے کی ... سپردگی تھی ...

... ذلت و نقص ... ہے کی اہانت

... تاکہ یہ مہم وہی سرکو بچا اور اسی مہم سے

... بیگا ۔ لاکھ دا حتمیں کوئی پیش کرے کیا

... کے اس ... ان سے ہمت نہ ہاری ۔

... فوج بھرتی کی ۔ امیدوں کا ...

... یہ لوگ زندگی کی لذتوں سے ...

... ہوئے ۔

... کہ جب ... ایک شخص ہر وقت ...

... حرب و ضرب کی ...

... دیا ... پہرا اور فرخ آباد

... عوت و مدارات کے عوض سامان جنگ اور

... صلاح و مشورہ مناسب وقت لئے ہوئے

... سب میں صوبہ دار فرخ آباد نے زیادہ حق

... دھ کے حالات اور شہزادگانِ لکھنؤ کے تمرد

... طرح دی کہ یوں تحت اللفظ بے سیاق نہ چلے

... نکے رئیسوں ۔ شریفوں سے راہ و رسم پیدا کرنا

واب نے اسی پر عمل کیا۔ پہلے قصبۂ کاکوری میں داخل ہوے۔ یہاں کے شیوخ اہل
لکھنؤ کے سراسر خلاف اور انکی شرارتوں سے بہ تنگ تھے۔ نواب کا آنا اپنا مزید اقبال
سمجھے اور شریک صلاح دولت نواب ہوے۔ سب طرح کے نشیب و فراز سے آگاہ
کردیا۔ گھاتیں بتائیں۔ نیک راہیں سمجھائیں۔ قصہ مختصر نواب لکھنؤ میں داخل اور
بڑی آن بان سے داخل ہوے۔ نہ مقابلہ ہوا۔ نہ صف آرائی کی نوبت آئی۔ بعد چندے
کچھ زور شمشیر اور کچھ حسن تدبیر سے تمام صوبے پر تسلط تام ہو گیا۔ سرکش زیر۔ سرہنگ
پامال ہوے انتظامات کی چول بیٹھی۔ مالی ملکی آئین بندھے۔ بدنظمی دور رہے امنی کا فور
ہوئی۔ لسے نواب کا اقبال سمجھو یا کارگزاروں کی حسن کارگزاری کہو کہ یہی صوبہ جسکی
دہندہ اور سرکش رعایا نے کبھی صوبہ کی جمع سرکاری ستر لاکھ سے بڑھنے نہ دی پہلے ہی
سال بلا جبر و اکراہ ایک کرور سات لاکھ وصول ہوا۔ اور آخر آخر میں تو جاگیرات
معافیات ملا کے دو کرور کے قریب تحصیل ہو گئی۔ نیت بخیر تھی۔ تو کام بھی اچھے بن پڑے
و بال کام بھی ٹھیک ہوا۔ اقبال بھی یاور تھا کہ جس معرکے میں گئے فتحمند لوٹے۔ جس مہم
کو سر لیا سر کرکے چھوڑا۔ باجی راؤ مرہٹہ کا کالپی کے مقام پر مقابلہ اسکا شاہد ہو کہ
ادہر لاکھوں کا دل بادل ادہر صرف چودہ ہزار سوار اور پھر فتح کا سہرا نواب ہی کے سر رہا
مرہٹے پسپا اور شکستہ دل ہو کے میدان سے نکل بھاگے۔ اسیطرح نواب کی لشکر
کشائی کا حال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نادر شاہ کے معاملے کو دو کرور روپیہ پر طے کر لیا تھا
بے اندازہ زر۔ اپنی بات بالا رکھنے والوں نے رخنہ ڈالا۔ معاملہ بگڑ گیا نتیجہ یہ ہوا کہ بائیس کرور

براں شاہجہاں کی جان تخت طاؤس اور
ونوں ہیرے بھی گئے اور خزانہ ہند بے چراغ
ائی۔ بھولے بھالے بادشاہ کا دل نواب سے
ورت نے راہ پائی۔ آئینہ خاطر زنگ آلود ہو گئے
کے دعا مانگنے لگے کہ "الٰہی عزت آبرو کے ساتھ
رنالہ ہائے نیم شبی نے رنگ دکھایا۔ داعی اجل
ے ذی الحجہ کی آخری تاریخ تھی کہ بصد حسرت دنیا سے
و کے عالم جاودانی کی راہ لی۔

ق کے بیان میں سب مورخ رطب اللسان ہیں۔
ک نے اودھ میں بہت انتظامات قایم کئے
پناہ دی اور غریب رعایا کو سنگدل زمینداروں
ی پہلا شخص تھا جسنے یہ منصوبہ باندھا کہ اودھ میں
ایم کرنا چاہیئے۔ اور غالباً ایسا ہی کوئی منصوبہ
ی انکا زیادہ تر قیام ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ اودھ
ں سازشوں اور پولیٹکل پیچیدگیوں میں
ن نواب نے اپنی تمامتر ہمت اپنے صوبہ کی
مصروف رکھی۔ چنانچہ جسقدر اس ملک کے لوگ
تھے اتنا کسی سے نہوے۔ نواب نے اپنے
منصف مزاج مورخ کا بیان ہے کہ "ممکن ہے

ے تو اچھا نہیں گیا" خیر۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

نواب برہان الملک کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اسلئے اُنکے مرنے پر دو امیدوار
صوبہ داری کے دعویدار ہوئے شیر جنگ (بھتیجے) اور دوسرے صفدر جنگ (بھانجے اور
داماد) اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک نے اسلام کا قانون وراثت اپنے حق کے ترجیح ثابت کرنے
پیش کیا۔ دوسرے نے برہان الملک کے ترکہ اور اپنی سابقہ جانثاریوں کو وسیلہ
بنایا۔ دونوں طرف سے سازشیں ہونے لگیں۔ شیر جنگ نے نادر شاہ کا دامن
پکڑا لیکن صفدر جنگ کی پیشانی پر کاتب تقدیر نے اقبال ہی اقبال لکھ دیا تھا۔ اسی
بات بالا رہی اور اُسکے دعوے کے سامنے کسی کی کچھ نہ چلی۔

نواب برہان الملک کے عہد حکومت میں اس صوبے کے حدود یہ تھے جنوب گنگا
لیے گنگ اور شمال دریا سے دائیں شرق مغرب فرخ آباد کل رقبہ ۲۴۰۰۰ میل

(۲) عہد حکومت ابو المنصور خاں صفدر جنگ

اصلی نام مرزا محمد مقیم تھا۔ برہان الملک کے بھانجے اور جعفر خان بیگ کے بیٹے قوم
ترکمان سے تھے۔ چھ مہینے کے تھے کہ ماں کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔ بے سر و سامانی
میں کہ خالہ نے اپنا دودھ پلا کے پالا۔ بھلا اسوقت نیشاپور میں کیسے یہ تصور ہو سکتا تھا
بچہ ایسے فرخندہ طالع لیکے آیا ہی کہ کسی زمانے میں تیمور اور بابر کی اولاد کی دستیاری
گا اور اُسکی نسل مملکت ہندوستان کی پولیٹکل شطرنج میں مہرے کی چالیں کھیلے گی لیکن

ت قضا و قدر کے محکمے سے یہ حکم نکل جاتی
بچے سے زیادہ نیک ستارے اکٹھا کردیے
یا جائے۔
اہ پریشان خاطری سے گزرا ہوگا اُسکا
ک ہوکے آوارہ وطن ہوسے خاندان کے
ی اودھر بچہ کے دماغ میں باغ نوجوانی کی
م اقبال کی مہک گھر بھر کو خوش دماغ بنانے
جا بچے کے شباب سے معاصر ہوئی یہاں
اپنی بیٹی صدر جہاں بیگم سے شادی کرکے
نا چاہیئے خانہ داماد سلطنت بنا دیا
ر کچھ خدمتیں بھی سپرد کرادیں جسطرح
تحہ پیش آیا تھا۔ اُسی طرح صفدر جنگ
ن الملک کا ستارۂ اقبال اسوقت
کی۔ بخلاف اسکے صفدر جنگ کا
سادل بد اندیشوں نے بہتیرا چاہا کہ

لسے کو نیف زند ریشش بسوزند
ت کی سرفروشی اور جاں نثاری کے جوہر
د ہو چنانچہ شاہزادہ احمد شاہ کی رفاقت

... [illegible] ... نواب کی بائیں آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ
جاتی رہی اور حدقۂ چشم میں بلوری آنکھ رکھنے لگے۔ بعد فتح و فیروزی شاداں و فرحاں
دہلی آ رہے تھے کہ پانی پت کے مقام پر رنگیلے بادشاہ کے مرنے کی خبر سنی۔ اور صبح گجردم
شاہزادے کے حضور میں حاضر ہو کے تخت و تاج کی مبارکباد دی۔ کہتے ہیں۔ اُسوقت
تاج نہ ملا تو بانس کی تیلیوں کا تاج بنا کے اُس میں جواہر ٹانکے۔ موتیوں کی جھالر لگائی۔ اور اپنے
ہاتھ سے شاہزادے کے سر پر رکھا۔ مبارک سلامت کا غل مچایا۔ شاہزادے کے منہ سے مسرت
کے جوش میں بے اختیار نکل گیا کہ "ہمیں یہ سلطنت تمہیں اسکی وزارت مبارک"! نواب نے
نذر دکھائی اور آداب شکریہ بجا لائے۔ اور جلد جلد سفر کر کے شاہجہاں آباد داخل ہو گئے۔ لطیفہ
کے کارنامے پہنچے کہ ابدالی کے معرکے میں دربار کے بڑے مقرب اور سرکار کے بڑے
جاں نثار نذر اجل ہو چکے تھے۔ صفدر جنگ کے واسطے میدان خالی تھا۔ دہلی پہونچتے
ہی پہلے میر آتش کہتے اُسکے بعد [illegible] اور چند سے [illegible] وزیر الملک
کا خطاب اور اس عظیم الشان شاہنشاہی کا قلمدان وزارت ملا۔ انہوں نے جس بات کی
کوشش کی [illegible] پیچھے پڑ بیٹھے۔ اور دہلی [illegible] کوشش باتوں باتوں
میں [illegible] وزارت کا لقب اُڑ گیا اور اسکی جگہ نواب وزیر اودھ لکھا جانے لگا۔

صفدر جنگ کا زمانہ اودھ کیواسطے سکون و اطمینان کا زمانہ نہ رہا۔ دربار کے کاروبار سے
مہلت ہی کم ملی کہ اسطرف توجہ کیجاتی۔ یہی کہ ایک بار چند روز کیواسطے اودھ پر احمد خاں بنگش نواب فرخ آباد
اور اُسکے ساتھی پٹھانوں کا غلبہ و تسلط ہو گیا۔ اور جب صفدر جنگ کو اسکی اطلاع ہوئی تو وہ سورج مل

ے۔ لیکن احمد خاں نے جمعیت قلیل سے ہزیمت
ے کو پٹھانوں کے ہاتھ میں چھوڑ دینا پڑا لیکن دہر تو
ن میں ڈال بیٹھے لگی۔ ادہر صفدر جنگ نے ملہار
ندہ دیگر ساتھ لیا اور اُسکے بل پر یلغار کردی اس
ان تھی۔ بھاگ نکلے۔ اور صفدر جنگ کی حکومت
ں واقعات ایسے پیش آئے جنسے حریفان غماز
نگیختہ کردیا۔ ایک خواجہ سرا کے قتل کی شرکت
کو نظروں سے گرانا چاہا۔ اسوقت اگر اتنی ہی
شناسی کی جاتی تو سلطنت ہی کیوں جاتی۔
کردی۔ اور جہیں جاں نثار و یار وفادار کو جانا
ک بدلا دیکھا۔ بادشاہ کی آنکھ پھری پائی
ا۔ برس فیض آباد میں بسر کیے۔ اب زمانہ وہ
رہتے تھے۔ ہر فرعون بے سامان انا ولا غیری
ست ہوسکے اسطرح شورش کررہے تھے جبکے
نے بیچارے بادشاہ کی زندگی تلخ کردی اور آخر
رکی بہیری و طوطا چشمی کے جوہر آشکارا ہوگئے
رہ بیٹھے حاضر ہو سکو رنگ بدخواہوں نے جال ایسے
جان نثاری سے کئی بار اُکھاڑ کو جلنا چاہتے

چنانچہ سنہ ۱۷۵۲ء ... ء

لیکن اصلی ساری آبادی صفدر جنگ کے دم قدم سے ہوئی۔ لکھنؤ میں بھی لکھوتی کا بڑا اپل صفدر جنگ
ہی نے بنوانا شروع کر دیا تھا ناتمام رہا۔ آصف الدولہ کے ہاتھوں انجام کو پہونچا۔

(۴) شجاع الدولہ بہادر

انکا اصلی نام جلال الدین محمد مرزا اور پورا خطاب شجاع الدولہ بہادر ابو المنصور خاں ہیبت جنگ فدوی احمد شاہ بادشاہ تھا صفدر جنگ کے بیٹے اور برہان الملک کے نواسے تھے ۱۱۴۴ھ میں پیدا ہوئے تاریخ ولادت ہوئی سے

زد و تنی نہ نواب منصور ۔ برآمد آفتاب از مطلع نور

ابتدائی عمر شاہزادگی کی شان سے بسر کی ۱۱۶۶ھ میں مطابق ۱۷۵۳ء بائیس برس کے سن میں باپ کی مسند نشین وزارت ہوئے کچھ ملک جو انکی حکومت کا نشہ طبیعت میں تھا دولت کا زور تھا۔ انہیں مغلیہ سلطنت کے روز افزوں تنزل و تباہی کو دیکھکے یہی سوچے کہ بہتے دریا میں ہاتھ دھو لینا چاہیے کشور کشائی کے بلند ہمت عالی درجت بلندی نجابت بیٹھنے نہ دیا۔ اتفاق یہ کہ اس زمانے میں عالمگیر ثانی تخت دہلی پر تھے اور غازی الدین وزیر کے ظلم و ستم سے تنگ ہو کے شہزادہ علی گوہر ولیعہد سلطنت اپنی جان چھپاتے پھرتے تھے ۱۱۷۳ھ میں شجاع الدولہ سے ملاقات ہو گئی انھوں نے شہزادے کی دلجوئی کی تسلی دی محمد قلی خاں سے ساز کیا اور دونوں نے ملکے شہزادے کی رفاقت میں بنگال پر حملہ کیا لیکن انگریزوں کا سال بھر سے یعنی فتح پلاسی کے بعد سے عمل دخل تھا۔ ولیعہد بہادر تو ادہر اپنے نصیب آزما رہے تھے ادھر پایۂ تخت کا یہ حال تھا کہ سکھ جاٹ مرہٹے دہلی کو گھیرے ہوئے پڑے تھے خلقت دہر کون سی جان بلب تھی اور بادشاہ سلامت کے ارکان دولت بالکل دست بستہ ہو رہے تھے۔ آخر کار ع مرزے از غیب برون آید و کارے بکند کا ماجرا ہوا یعنی احمد شاہ درانی نے یہ حال دیکھکے ملکیں لی بس

مقابلہ کرنا چاہا۔ چنانچہ پانی پت کے میدان
ی جانی کے زور۔ رفاقت و ہوا خواہی
قت انگریز آجائیں۔ یہ بھی اپنے لاؤ لشکر
انے لگے۔ ہنوز یہ قضیئے طے نہیں ہوئے
نے شہید کر ڈالا۔ پانچ چھ دن تک بڑی
دہ علی گوہر شاہ عالم بنکے سریر آرائے
ی ملی۔ شجاع الدولہ کی بلند حوصلگی کیواسطے
ائم ہوئے۔ نئی چالیں کھیلی جانے لگیں
فرق پیدا ہو گیا تھا۔ یہ انگریز تھے جنھوں
سی کی لڑائی میں انگریزی اسلحہ کے جوہر
ک گئی۔ اس ہنگامے نے ہر خفتہ و بیدار
سب طرف سے پڑنے لگیں۔ شجاع الدولہ
ون نے بھی ابتداءً انگریزوں کو اچھی نگاہ
ندھے ہوئے تھے۔ انھیں سنگ راہ دیکھ
ہیں۔ ادھر نواب قاسم علیخان انگریزوں سے
انھیں کیطرف مڑے۔ یہ تو ایسا موقع خدا سے
گئے۔ بتقاضا یہ کہ شاہ عالم بھی انھیں بہت کے
ت تک ہنگامہ جدال و قتال بمقام پٹنہ
شجاعت خوب دی لیکن فتح و شکست

شجاع الدولہ مغلوب ہزیمت خوردہ ہوگئے۔ قسمت کی نیرنگی تھی کہ قلت نے کثرت پر فتح پائی۔
یکہ و تنہا نے دوہری تہری چوٹین بچائین۔ اور سب کو میدان سے بھگا دیا۔ خیر۔ جنگ کا جو
انجام ہوا وہ ہوا۔ شجاع الدولہ پھر بھی گھاٹے مین نہ رہے۔ انھین تین سو اسّی (۳۸۰) ہاتھی جن پر مرشدآباد
کی صدہا برس کی کمائی بار تھی۔ خزانہ۔ زر و جواہر۔ اشرفیان۔ اور خدا جانے کیا کیا نفائیس
تھے ہاتھ لگ گئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب شجاع الدولہ شکستہ دل ہوکے بکسر سے لوٹے تو بیوی
بچونکو بخشی الممالک[1] کی حفاظت و حراست مین چھوڑکے آپ جریدہ بریلی ہوتے ہوے نواب احمد خان
بنگش پاس فرخ آباد پہونچگئے۔ اگرچہ احمد خان بنگش کے دل مین صفدر جنگ کے وقت کا کینہ
دیرینہ باقی تھا۔ لیکن شجاع الدولہ کو اسطرح مضطر و سراسیمہ اور طالب ہمدردی و اعانت دیکھکے
انھون نے شان ریاست دکھائی۔ دل کھول کے ملے۔ تواضع تکریم سے پیش آئے اور یہ صلاح
دی کہ انگریزون سے صلح و آشتی کرنا اور بلطف و مدارا پیش آنا چاہیے۔ چنانچہ شجاع الدولہ نے
اسے قبول کیا اور اس باب مین رابطہ دوانی شروع کی آخر کار ۱۷۶۵ء مین بمقام بنارس ایک عہدنامہ
انگریزون سے ہوگیا جسکی رو سے یہ طے پاگیا کہ نواب اور کمپنی دونون ایک دوسرے کے معین
غمخوار و غمگسار ہوجائین۔ ایک کا دوست دوسرے کا دوست ہو اور ایک کا دشمن دوسرے
کا بھی دشمن۔ نواب اپنی فوج کی تعداد صرف پینتیس (۳۵) ہزار سوار کردین جسمین دس ہزار پیدل پانچسو
توپخانہ والے اور ساڑھے نو ہزار بیقاعدہ جمعیت۔ اور اسمین صرف پیدل فوج کی ترتیب اور
ہتھیار یورپین ہون اس عہدنامے سے شجاع الدولہ کے دوستانہ تعلقات انگریزی کمپنی سے

---

[1] انکا پورا خطاب مظفر الدولہ بخشی الممالک ابو البرکات خان منور جنگ تھا۔ یہ قصبہ کاکوری کے رہنے والے اور راقم کے اجداد مین تھے۔ مولف

کرنے کی دھمکی دی۔ شجاع الدولہ بھی بوجہ
سکتے تھے۔ انھون نے فوراً روہیلون سے
یا کہ مرہٹے آپہونچے تو ادہر سے مقابلہ کا پورا
تھا۔
ب امن وعافیت نے وارن ہیسٹنگز (گورنر
۔ وہ گھبرا کے بنارس پہ چلے آئے اور شجاع الدولہ
بنارس پہونچے ملاقات ہوئی۔ ملاقات ہوتے
ٹ گئین۔ اور ایک جدید عہدنامہ ہوگیا جسکی
ہ عالم کو اسلیئے دے رکھے گئے تھے کہ عزت آبروسے
رہین اب اُنسے لیلیئے جائین کیونکہ وہ بالکل
ر پھر یہ اضلاع نواب وزیر کو تفویض کردیئے جائین
ے نذر کرین۔ یہ بھی اسی معاہدے مین طے ہوگیا
ا ہوا کر کمپنی کے خزانے مین داخل ہوا کرے۔
یک کمپنی توپچیون گول اندازون کی اودھ کی
ع الدولہ نے یہ سب شرطین منظور کرلین۔ زیادہ
ے کسیقدر آن بن ہوچلی تھی اور شجاع الدولہ کا
ن نے وارن ہیسٹنگز سے اپنا ممنون خاطر ظاہر
ے ہین۔ لہذا انکی روک تھام کرنا ضروری ہے۔

کی رو سے یہ بھی قرار پا گیا کہ ایک انگریزی رزیڈنٹ دربار اودھ مین رہا کرے - اس عہدنامے کا نتیجہ یہ ہوا کہ روہیلون سے لڑائی چھڑ گئی - اگرچہ اس جنگ وجدل کے نتیجے شجاع الدولہ کے حق مین زیادہ اہم نہین ہوئے - البتہ اتنا ضرور ہوا کہ روہیلے جو اپنی بہادری پر نازان سرفروشی پر ہر وقت کمربستہ اور جابلانہ جوش شجاعت سے ہمیشہ مست و بیخود رہتے تھے نیچا دیکھ گئے لیست پڑ گئے - بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ تباہ و برباد ہو گئے - حافظ رحمت خان مارے گئے اور اُن کے زن و فرزند بلا مین مبتلا ہو گئے -

ہنوز روہیلکھنڈ کے معاملات زیر بحث تھے - فتح کی مسرت کا آوازہ بلند تھا کہ مرض الموت نے منھ دکھایا - ایک مہینے تک زندگی اور موت کی کشاکشی رہی - ۲۶ جنوری ۱۷۷۵ء کو جھگڑا ابھی طے ہو گیا - موت نے زندگی کو شکست دی - اور ۴۶ برس کے سن مین شجاع الدولہ کو بھی وہی دن دیکھنا پڑا جو بہتیرون نے دیکھا ہے اور ہر انسان کو ایک نہ ایک دن دیکھنا ہے - شجاع الدولہ کے مرنے سے اودھ کی ترقی اور وسعت کا ایک دور تمام ہو گیا - کیونکہ ابھی تک حکمرانان اودھ کی ہمت توسیع مملکت ترقی جاہ و منصب - اور اضافۂ اقتدار و سطوت پر مصروف رہی تھی لیکن شجاع الدولہ کے وقت مین انگریزون کی پشت پناہی اور حمایت کا سہارا پا کے جو اطمینان و دلجمعی نصیب ہوئی اُس نے آیندہ حکمرانون کو اپنے مقبوضجات پر بخیر و عافیت قابض و متصرف رہنے اور عیش و کامرانی کے ساتھ بفراغت بسر کرنے ہی پر مائل رکھا - شجاع الدولہ کی حُسن صورت و سیرت کے باب مین انگریزی مورخین بہت تر زبان ہین

نادہی رکھتے تھے ۔ فرماتے ہین کہ "وہ بہت
یارہ اچھا تھا ۔ ہاتھ پاؤن چوڑے چکلے تھے
ا سر اُڑا دیتے تھے ۔ ساتھ ہی اسکے بڑی جبلت
لیف و مصیبت جھیلنے کے خوگر اولوالعزم اور
ے معلوم ہوتا تھا کہ دل مین جوش اور سینے مین
ور گھوڑے پر سوار ہو کے سیر و شکار کو جنگل ۔
کا شکار کھیلتے دوپہر ہوتے گھر آتے اور آتے ہی
ل اور عیش و نشاط مین مصروف ہو جاتے
ت کھا کے طبیعت کا رنگ بدل گیا تھا ۔ اب
جہ ہو گئی تھی ۔ حرم سرا کی دلچسپیان کم ہو گئین ۔
ھاک ہر چہار طرف بندھ گئی ملک کی آمدنی
ی ۔" ارون صاحب لکھتے ہین کہ شجاع الدولہ
کے بعد چار ہی برس کے اندر انھون نے تمام
ا اور ملک کو ایسا مرتب و منتظم بنا دیا کہ محاصل
ر باقاعدہ ہو گئی ۔ فرینکلن اور اسکاٹ
ہین کہ شجاع الدولہ ایک اچھے مجسٹریٹ ۔
ح و رفاہ چاہنے والے نواب تھے ۔ انداز و ادا
نع ۔ رحمدل اور کشادہ مزاج رعایا برایا کی محبوب
ت خان کے بیٹے تک ملول و متاسف تھے"۔

مُہرا ایسا زبردست تھا جو سب طرفِ معرکے کی چالین ڈال رہا تھا. اگرچہ خود بادشاہ سلامت پر بھی اُسکی ہاتھون ایک آدھ بار شہ پڑگئی لیکن آئین ملک داری اور حکمت عملی کے واقف کارون کے نزدیک ایسی خطائین قابل چشم پوشی ہین. کیونکہ شجاع الدولہ کے وقت مین زمانیکا رنگ بہت بدل چکا تھا وہ اپنے بزرگون کی نقش قدم پر چل ہی نہ سکتے تھے. اُن لوگونکو جو کچھ مقابلہ کرنا پڑا ایرانیون تورانیون سے کرنا پڑا. اُنکے مقابلہ کی شان اور ہی تھی. شجاع الدولہ کیوقت مین انگریز. اور فرانسیسی بھی میدان مین آ چکے تھے. اُنکی کشتی اور ہی پہلوانون سے بدی گئی تھی. یہ اگر وہی داؤن پیچ کھیلتے کبھی سر بر نہوتے.

ان وجوہ پر نظر کرکے یہ کہنا ہرگز بیجا نہین ہے کہ شجاع الدولہ مین خدا نے کچھ غیر معمولی جوہر ذاتی ایسے دیئے تھے کہ اجنبی راہ اور بیگانہ منزل مین یہ بسلامت چلے اور مقصود کو پہونچگئے شجاع الدولہ نے ایک طرف روہیلکھنڈ پر قبضہ کیا جسپر اُنکے بزرگونکا دانت ہمیشہ لگا رہا. دوسری طرف فرخ آباد تک نارۂ دولت بجایا. ادھر صوبہ الہ آباد مین اضلاع بنارس. غازیپور. ادھر فتحپور. کانپور اٹاوہ مین پوری تک انھین کے نام کی دوہائی پھری کل آمدنی صوبہ کی (جسمو قت فرخ آباد بھی شامل تھا) دو کرور ستر لاکھ تھی جسمین تراسی لاکھ سرکار انگریزی کو دیا جاتا تھا.

(۵) نواب آصف الدولہ بہادر

شجاع الدولہ کے مرنے پر آصف الدولہ بڑے بیٹے مسند نشین ہوے. انکی مسند نشینی کی ابتدا ہی سے انگریزون کی مداخلت شروع ہوگئی. وہ اپنے صفات ذاتی سے واقف تھے.

نا مشکل ہی۔ اسیوجہ سی ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا
ی سر جھکاتی ہی بن پڑے۔ اور یہی وجہ تھی کہ
جستجو کی۔ خوش قسمتی یا بد قسمتی سی انگریزونکی
ھتے ہی تمامتر رجوع ہوگئے۔ عنایتین مہربانیان
وحفاظت کی آڑ مین اپنی برتری اور فضیلت
بنتے تھے یہ نوبت پہونچ گئی کہ کوئی کام بلا استصواب
تھا کہ دربار دہلی سے برائے نام واسطہ رہگیا تھا
بلکہ یہ چیز روز روشن کیطرح آشکارا ہوچکی تھی
ت کا نام بھی باقی نہ رہا تھا۔ خالی وضعداری
ادا کرتے تھے۔ البتہ انگریزون کے جاہ و
ن وشکوہ کا سکہ ہر طرف جم گیا تھا۔ انکی تلوار
ت سب کے دلونپر نقش ہوچکی تھی۔ ہر عاجز و
مظلوم و بیکس انھین سے داد بیداد چاہتا
ور زور تھا کہ کسی کو خطرے خیال مین نہ لاتی
ہر ایک سے دست و گریبان ہوجاتے۔ اُنکو
وتھی اسکی تھی کہ اطمینان اور سکون کے ساتھ
ے کھلائیے۔ دنیا کی بہار دیکھیے اور مینڈول
کے عہد حکومت مین اودھ کا یہ حال رہا کہ جیسے
نت اپنے اپنے وقتون مین کھیلتے اور جی

کو ضابطہ خان نے بہت ستایا اور وہی ظلم وستم شروع کردیا جو غازی الدین نے انکے باپ کیساتھ کیا تھا۔ تو آصف الدولہ نے شاہ عالم کو روپیہ اور فوج کی کمک بھیجکے ضابطہ خان کی ظلم زیادتی سے نجات دلادی۔ اور اسی خدمت کے صلے مین بادشاہ نے مملکت کی انکو بھی وزارت تفویض کر دی۔

آصف الدولہ کی مسند نشینی پر کمپنی کی جانب سے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ فریق معاہدہ شجاع الدولہ تھے۔ وہ مر گئے۔ اگلی بات انکے ساتھ گئی۔ اب نیا کارخانہ ہوا ہے۔ نئی بساط بچھی ہے نئی چالین چلی جائینگی۔ معاہدہ اور قرارداد بھی نئے ہونا چاہیئے۔ چنانچہ جدید عہدنامہ ہوا جسکی روسے یہ طے پایا کہ نواب کسی یورپین کو بلا استرضائے کمپنی اپنی ملازمت مین نہ رکھین۔ شاہ عالم سے کمپنی اور نواب بطور خود کسی قسم کی معاملت نہ کرین۔ کوڑا اور الہ آباد نواب کے قبضہ و اختیار مین رہے بنارس جونپور غازیپور جسکی آمدنی تیئیس ۲۳ لاکھ تھی کمپنی کے پاس رہے۔ ماہواری خرچ فی بریگیڈ بجائے دو لاکھ دس ہزار کے دو لاکھ ساٹھ ہزار ٹھہری۔ شجاع الدولہ کے ذمے جو کمپنی کا واجب یافتنی تھا اُسکی ادائی آصف الدولہ نے اپنے سر لی اور کمپنی نے وعدہ کیا کہ نواب کی مقبوضجات جسمین کوڑا۔ الہ آباد۔ روہیلکھنڈ اور میان دوآب کا ملک بھی تھا کے محافظ نگہبان رہینگے اور بیرونی دشمنون سے بچائے رکھین گے۔ اسی کے ساتھ ہی کچھ فوج کا اضافہ بارہ لاکھ سالانہ خرچ پر ہوگیا اور جو رزیڈنٹ دربار مین رہتا تھا اُسکی تنخواہ کے علاوہ ایک اور ایجنٹ لکھنؤ مین مقرر کیا گیا جسکی تنخواہ دو لاکھ بیس ہزار رسالانہ نواب نے اپنے ذمے کر لی۔

انگریزونکی ظل عاطفت وحمایت کا سہارا پاکے آصف الدولہ بیرونی دشمنون حملہ آورون

بالکل نڈر اور مطمئن ہو گئے۔ اور نظم و نسق
رانی دینے لگے۔ لیکن چونکہ فیض آباد مین ان
مجال نہ تھی کہ جوانی کی اُمنگین نکل سکین
انجمن نے یہی صلاح ٹھہرائی کہ فیض آباد کو
کی طبیعت تو راحت کی خواہان۔ آرام
زاد و مطلق العنان رہکے دل کے شوق

ف روایات ۱۷۷۹ء یا ۱۷۸۱ء مین امارت
آباد سونا ہو گیا اور لکھنو کی آبادی کی بنیاد
ت پڑی کہ جو کچھ نقد و جنس زر و جواہر۔
ی کے قبضے مین تھا اُسپر نواب کا دسترس
ور فیاضی کے سبب آمدنی پر خرچ بالا رہتا
ی وجہ سے روپیہ کی حاجت یوماً فیوماً بڑھ
طرح بڑھتے ہی چلے جاتے تھے۔ اور اب
گئے تھے جنہین سے بڑی کشمش و کوشش
اکھ سالانہ بقایا کی مدمین بڑہا۔ نوبت باینجا
وکرور دس لاکھ روپیہ ہو گئی۔
سطے بہت کچھ فکر کی گئی لیکن کوئی تدبیر کارگر
نسے خرابی کے سامان بڑھتے اور بد داخل
۱۷۸۶ء مین کمپنی سے رحم کی التجا کی۔ اتفاق یہ کہ

دونون نے اپنی اپنی حالت اور ضرورت کو بیان کیا۔ چنانچہ یہ طے ہوگیا کہ بجز ایک بریگیڈ
اور ایک زائد رجمنٹ کے اور جسقدر انگریزی فوج اودھ مین ہو وہان سے بلالیجاے
اور نواب کو اپنے جاگیردارون کی بابت بھی یہ استحقاق حاصل ہو کہ جسکی جاگیر چاہین
ضبط کرلین۔ البتہ وہ جاگیرین جنکی ضمانت انگریز کرچکے ہین اُنکے ساتھ یہ معاملہ کیا جای
بہرنوع اُنکی آمدنی بذریعہ رزیڈنٹ اُنکو پہونچتی رہے۔ اسی طرح کمپنی کے مطالبات
کی ادائی کے واسطے یہ تدبیر نکالی گئی کہ کسی حیلہ وحوالہ سے ایک رقم کثیر بیگمات شاہی
سے وصول کیجاے۔ اگرچہ آصف الدولہ چھپن چھپن لاکھ کے قریب مختلف وقتون مین
ماں اور دادی سے وصول کرچکے تھے لیکن اب کمپنی کی شدید ضرورت اور تقاضے
سے مجبور ہوکے اُنکو پھر بھی چال چلنا پڑی چونکہ کمپنی کے واسطے روپیہ وصول کرنا تھا
اس لیئے اُنکو ہر طرح سے اطمینان تھا کہ اس کارروائی مین جو کچھ تشدد یا ظلم وستم
بیگمات شاہی پر کیا جائیگا اُسمین انگریز مانع اور مزاحم نہونگے بلکہ ہر طرح چشم پوشی ہی
کرینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ستر لاکھ روپیہ وصول ہوگیا۔ لیکن چونکہ یہ مقدار
کافی نہ تھی اس لیے دوسرے شکار کی تلاش کی گئی۔ فیض اللہ نواب رہیلکھنڈ اس دام
مین پھانسے گئے۔ اور جب تک اُنھون نے پندرہ لاکھ روپیہ پیشکش نہ کیے جان نہ چھوڑا سکے
ان تمام کارروائیون کا الزام چاہے آصف الدولہ کی کمزوری پر رکھا جاے
یا ہوس جلاوت جنگ وارن ہیسٹنگز کی دھینگا دھینگی یا کمپنی کی موقت ضرورتون اور
کی سلطنت سازی کے منصوبون پر۔ بہر تقدیر اودھ کے واسطے یہ زمانہ کچھ اچھا نہ تھا۔

ری تھی۔ اور نہ ملنے پر دھمکیاں تھیں خفگیاں
خزانے کے منھ کھلے ہوئے تھے اور کشادہ
آرہا تھا ہمت عالی کے سامنے ملکی ضرورتیں
طاق رکھ دیے گئے تھے۔ چشم مروت باعث
یہ حالت زیادہ دنوں قائم نہ رہی اور
ب وہ ایوان گورنری ہو گئے۔ اور ۱۸۲۶ء
ر کرنے کے واسطے امیر الدولہ حیدر بیگ
اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امیر الدولہ کو "ا
ر کرور روپیے تک صرف کی اجازت" دیگئی
ب پریشانی بیان کیے "ایک تو قلت مداخل
سے نقصان جدائی جسکا سالانہ قسط چھین
ر محاصل ۱۲ لاکھ ہدیۂ دوستانہ سرکار کمپنی کو
ت روشنی و تماشائی ہوئے۔ بسنت وغیرہ محض
ہ تجار انگریزی اسباب تجارت وغیرہ ولایت
ران ولایت جو رطب یابس لاتے ہیں عرض
فہ ولایت فقط حضور کے واسطے لائے ہیں۔
ردان ہی جو ایسے ایشیائی تحفہ کمیاب کو مول لے
ند نامی کیواسطے ملاحظہ فرما کے سب مال تر و خشک
ہیں اسکی دلالی ہمیں ہوتی ہی۔ ہم حکم حاکم سمجھکے

غیرہ کا استرداد منظور کیا اور حکم دیا کہ کوئی تاجر بے صاحب رزیڈنٹ یا کوئی تازہ ولایت
اب تک نہ پہونچا کرے اور تجار پر حسب سررشتہ حکم محصول دیا۔ یعنے فیصد پانچ روپیہ
جائے۔ ارون صاحب لکھتے ہین کہ "لارڈ صاحب نے کمپنی کا ایجنٹ بھی جسکی بابت
س لاکھ سالانہ کے قریب خرچ پڑتا تھا موقوف کردیا۔ لیکن ان سب مین استرداد ملک
ارس کو نواب نے "بمقتضاے ہمت عالی" قبول نہ فرمایا"

اودھ کے دن اچھے نہ تھے کہ لارڈ کارنوالس کے بعد سرجان شور صاحب گورنر جنرل
وکے آئے۔ اُنھون نے جو کیا تو یہ کیا کہ جب ۱۷۹۷ء مین لکھنؤ تشریف لائے تو دو وزا اندر جنٹلمین
ساڑھے پانچ لاکھ سالانہ کے خرچ سے مسلط کر گئے۔ دوسرا تحفہ لارڈ صاحب یہ دے گئے
علامۃ تفضل حسین خان کو ملا گیری سے وزارت پر فائز کر گئے۔ نواب کے منظور نظر میان
لماس تھے اور وہ انھین کو اس منصب کے شایان سمجھتے تھے۔ لیکن اب زمانہ یہ آگیا
تھا کہ اندرونی معاملات اور فروعی انتظامات بھی بغیر صلاح و مشورہ لارڈ صاحب
کے نہین ہوتے تھے۔ اگرچہ میان الماس کی انتظامی قابلیت ہردلعزیزی اور وفاداری
جان نثاری کی بابت سلیمن صاحب تک رطب اللسان ہین۔ لیکن سرجان شور کو
انکی وزارت بدین وجہ نامنظور کرنا پڑی کہ کسی وقت مین لارڈ کارنوالس صاحب اُنکے
خلاف کچھ لکھ جا چکے تھے۔ بہرحال مُلاکی قسمت مین ایکبار عروج پانا لکھا تھا۔ کچھ دنون
کے لیے رتی چمک گئی۔ وزارت پاگئے اور چند ہی روز مین مالامال ہوگئے۔ لیکن
آصف الدولہ کا ساغر حیات لبریز ہوچکا تھا۔ ملا بیچارے کی تقدیر نے بھی کچھ زور لگایا

ئلہ۶ مین عدم مقام ہو گئے۔

کے حالات واسباب کے تبدیل ہو جانیکی
ار کرسکین۔ لیکن اس مین کچھ شک
ے ہنگامے مین اُنکا انگریزون کی رضا
ہت مناسب اور نتیجہ خیز ہوا۔ اسمین
ے جسطرح لکھنؤ کی آبادی کی بنیاد
یا۔ وہ اپنے جانشینون کے واسطے
ا الگ ہو کے ایک نئی سڑک قناعت
بنا گئے۔

لحاظ سے آصف الدولہ اپنے وقت
کہ جو چھو گیا خاک سے پاک ہو گیا۔ انگریزون
ی ادنی ملازم لاکھون روپیہ کما لیگئے۔
ے۔ جب تک رہتے تھے مہان نوازی
۔ جب جانے لگتے جیب و دامن پرکر کے
ا کے مداخل ومخارج کا کیا پوچھنا ہے۔
تھے کہ اور ملکون کے بادشاہ ہون

حکومت مین کسی نئے شہر کی آبادی
کیونکہ جنگل مین منگل ہو گیا۔ خود آصف الدولہ

ہزارون کو مالا مال کردیا۔ اور وہ لکھنؤ جو چند دیہات کے مجموعہ سے زیادہ نہ تھا۔
جسمین خرابے اور زمین شور کے سوا کسی طرف کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بنجر۔ بیہڑ زمین۔ اونچی ٹیکری گہرے گہرے نالے ہر طرف دکھائی دیتے تھے۔ کہین جھاڑیون جھنکاریون سے جنگل کا سمان تھا۔ کہین پھوس کے چھپرون اور کچے مکانون سے گاؤن کی کیفیت چند ہی دن کی مدت مین ایک اچھا خاصہ شہر بنگیا۔ ہر طرف آبادی ہو گئی۔ بازار لگ گئے۔ گنج بن گئے۔ سڑکین نکل گئین۔ اور گلی کوچے مین کنچن برسنے لگا بڑی بڑی کوٹھیان اور محلسرائین بنین۔ باغ باغیچے لگے پھلواریان آراستہ ہوئین۔ امامباڑے بنے مسجدین تعمیر ہو گئین۔ اور ہر طرف چہل پہل ہو گئی۔

اتفاق یہ کہ اب زمانہ وہ پرآشوب آلگا تھا کہ خاندان تیموریہ کی روز افزون تباہی اور اسلامی سلطنت کے ضعف و انحطاط سے پایۂ تخت ویران ہو رہا تھا۔ پرانے پرانے خاندان مٹنے لگے تھے اور وہ لوگ جو بزرگونکی ہفت ہزاری اور صوبہ داری کے جاہ و حشم مین ناز و تنعم سے پلے تھے شکستہ حال اور محتاج و فاقہ کش ہو ہو کے خانمان خراب ہو رہے تھے لیکن دہلی سے نکلین تو جائین کہان۔ ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ کہین امن نہ تھا ملک کی حالت یہ ہو رہی تھی کہ ایک طرف مرہٹے سر اُٹھائے ہوے ہین۔ اُنکے گھوڑون کی ٹاپون سے ادہر راجپوتانہ اُدہر مالوہ بندیلکھنڈ اور گجرات مین ہلچل مچی ہوئی ہو۔ لڑتے بھڑتے لوٹتے مارتے۔ گاؤن کو ویران کرتے اور شہرون کو تباہ کرتے ابھی ادہر سے نکل گئے ابھی اُدہر سے۔ سارا ملک تہ و بالا

بین سکھا شاہی کے جور و جفا سے
لے آسایش عامہ کے لیے برق خرمن سوز
تو کجا جان و مال ۔ عزت و آبرو کی ہر شخص
ت اور فرانسیسیون کی سیف و قلم کی نقا
اور میدان داری کا بازار گرم ہے
ستیان اُجاڑ اور راستے مخدوش ہین
ی کے وقت جو کچھ سکون و قرار ۔ راحت
ے چھوٹے سے ٹکرے مین ۔ پھر آصف الدولہ
۔ ہندوستان کے ہر گوشہ و زاویہ
ودھ ہی کیطرف جھکتا ۔ شریف اور
کے دہنی سور رہا ۔ ہر علم کے عالم اور ہر فن
ے اور جوہر شناس رئیس اور اُس کے
و ایثار سے ہین رہ جانے لگے ۔ اور
ازہ چار دانگ عالم مین بلند کر دیا ۔
ین اُنکی صنعت تعمیر اور شوکت و عظمت
اہین ۔ حسن باغ ۔ عیش باغ چار باغ
کی کوٹھی ۔ چنہٹ کی کوٹھی کے اصف
ور وازہ جسمین اینٹ اور چونے کی د
ی تعمیر دیکھکر دنگ رہجاتے ہین ۔ ابھی تک

مرگ نواب کی خوابگاہ ہو گیا اور اسوجہ سے ملا محمد خطائی شوستری کی یہ تاریخ
کا پہنا روح وریحان وجنت النعیم" سر بالین بہت لطف دے رہی ہی۔
آصف الدولہ کے بعد وزیر علیخان اُنکے بیٹے تخت نشین ہوے لیکن انگریز نسے
دل صاف نہ رکھتے تھے۔ اور اُنکو بھی اُنپر اطمینان نہ تھا۔ پانچ ہی چار مہینے بیٹھے تھے
کہ کچھ ایسے حرکات ناروا و ناسزا بھی صادر ہوے۔ جنسے قدیمی خانہ زاد معتمد الخدمت اہل
دربار۔ بھائی بند اور رعایا برایا مین برہمی پیدا ہو گئی۔ اور اس شورش کی اطلاع سُنکے
سر جان شور کو کلکتہ سے آنا اور لکھنؤ مین نواب کا قلع قمع کرنا پڑا۔ نواب حراست مین کرکے
بنارس بھیجدیئے گئے۔ تین لاکھ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ لیکن اپنے ہتکھنڈون سے نہ باز
آئے اور کچھ روز سرشوری کے ساتھ ادہر اُدہر دن گزارتے۔ فتنے اُٹھاتے۔ ہنگامے
برپا کرتے رہے۔ آخر عمر مین کلکتہ مین قیدیون کیطرح زندگی کے دن پورے کر کے
ناشاد و نامراد دنیا سے اُٹھ گئے۔ مقام عبرت ہی کہ وہ شخص جس کی شادی کتخدائی
مین تیس لاکھ روپیہ صرف ہوا اُسکے کفن دفن مین ستر روپیہ سے زیادہ نہ صرف ہوا
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۶) نواب سعادت علیخان

اُنکا پورا خطاب یمین الدولہ ناظم الملک (بعد چندے افتخار الملک) نواب سعادت علیخان
بہادر مبارز جنگ تھا۔ شجاع الدولہ کے بیٹے اور آصف الدولہ کے بھائی تھے۔ لیاقت

ر خداداد لائے تھے۔ باپ کے وقت
سپرد تھا۔ وہیں اپنے جوہر ذاتی کے
آصف الدولہ) کہ مسند نشین اور اپنے سے
ک رہے۔ نہ دعویدار ریاست ہوئے
نے اسے گوارا نہ کیا۔ مصلحت اسی میں سمجھی
ت تپاک سے بُلایا یہ نہ آئے۔ اُنھوں نے
ش بھی ہوئی دباؤ بھی پڑا۔ مجبور ہو کے
ام بگڑا ہوا تھا۔ نائب الریاست کو
از خود رفتہ دیکھکے جی نہ لگا۔ آخر بنارس
ہ وظیفہ مقرر ہو گیا۔ بعد چندے جب
وئی۔ اہلکاروں کی بداعمالیوں پر آنکھ
ر کی وجہ سے خار گزرنے لگی۔ یہ بھی آئے
کے سروں میں بھی خیالات فاسد راہ
دکھانے لگے تھے۔ بسنت علیخاں سپہ سالار
کی طرف سے بدی آچکی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
ٹ اُترے اور سعادت علیخاں جان بچاکے
میں نائب الریاست۔ سپہ سالار
سے کنارہ کیا"

لیخاں کی مسند نشینی کی خبر سنی سعادت علیخ

معاملہ طے کریں۔ اپنے حقوق اور انگریزوں کے مواعید یاد دلائیں۔ رحم کی درخواست
کریں۔ صلہ و مکافات سلوک و مدارات کی پرچک دیں۔ اقبال پہلے ہی سے یاوری پر
کمربستہ تھا۔ راستے ہی میں تھے کہ لکھنو سے طلب پہونچی۔ ادھر خانِ علامہ نے ریشہ دوانی
کی۔ ادہر بہو بیگم صاحبہ کا شقہ خاص پہونچا۔ اسے لطیفۂ غیبی سمجھ کے پلٹ پڑے۔ تقدیر
کے کارخانے دیکھو کہ جس شام کو یہ کانپور پہونچے اسی کی صبح کو وزیر علیخاں لکھنؤ میں
گرفتار ہوگئے۔ انکے واسطے میدان صاف ہوگیا القصہ انگریزوں کے ظل حمایت
میں بسنت کے دن ۲۱ جنوری ۱۷۹۸ء کو بڑے تزک و احتشام سے داخل شہر ہوئے
کسی نے تاریخ کہی ؎

تاریخ مقدمش راجستم ز پیر دانش — گفتا بگو سعادت باصد سعادت آمد

مسند نشینی سے پہلے ہی انگریزوں سے یہ معاہدہ ہوگیا کہ کمپنی کو چھپن لاکھ
کے عوض چہتر لاکھ سالانہ ماہوار قسطوں میں دیا کریں۔ وزیر علیخاں کو ڈیڑھ لاکھ سالانہ
ریذیڈنٹ کی معرفت پہونچتا رہے۔ بارہ لاکھ روپیہ بطور نذرانہ کمپنی کو بمعاوضہ
ن زیر باری کے دیا جائے جو اس مسند نشینی کے بارے میں اسکو ہوئی ہو۔ گورنمنٹ
انگریزی کی اطلاع اور منظوری بغیر نہ کسی بیرونی سلطنت سے کوئی رسم و راہ
پیدا کی جائے نہ کوئی یورپین ملازم رکھا جائے۔ الہ آباد کا قلعہ کمپنی لیلے اور آٹھ
لاکھ روپیہ اسکی مرمت و درستی کے واسطے نواب دیں۔ کمپنی نے وعدہ کیا کہ
اودھ کے واسطے دس ہزار فوج ہروقت تیار رکھے گی۔ اور اگر کبھی تیرہ ہزار سے

اُسکے مصارف گھٹتے بڑھتے رہیں گے۔
وجہ سے وہ لوگ جو آصف الدولہ کی
روں میں بھرے ہوسے۔ دولت
ہے تھے۔ اب بہت ہراساں
عادت علیخاں بھی ایک ایک کے کچے
ت کی ابتری و بدنظمی۔ نا اہلوں کی ترقی
ت و بدکرداری۔ حکام کی جور و تعدی
تعلقداروں کی شورہ پشتی و نادہندی سے
خوب سمجھے ہوے تھے کہ پرانے پرنے
انتظام نئے کینڈے پر نہوگا۔ سیاست
ں گے۔ یہ بیل منڈھے نہ چڑھے گی۔ اُدھر
وں ضعف و انحطاط اور انگریزوں کی
تھی اُسکے لحاظ سے بھی یہ بیحد ضروری
ی پگڑی سنبھالے ہوے چلیں۔ انھوں
مطالبات معینہ اوقات پر پہونچانے لگے
ے اندرونی انتظامات میں ہاتھ نہ لگایا تغیر
ہ رفتہ مخزبان دولت اور بدخواہان ریاست
موقع سے ادھر اُدھر ٹالا۔ دو رپلینکا کیسکو
ت سی جاگیریں معافیاں جو غیر مستحق اور

شروع کیا۔ عمال شہر قاری کی ترتولوں سے واقف اور مطلع رہنے کے واسطے اخبار
نویسی کا محکمہ قائم کرکے منتخب اور معتبر لوگوں کو اس کام پر متعین کیا۔ اتفاق یہ کہ
اسی زمانے میں لارڈ ولزلی صاحب ہندوستان کے گورنر جنرل ہو کے آ گئے۔
ہندوستان کی پولیٹیکل تاریخ میں یکایک نیا دورہ شروع ہوا۔ یہ وہ وقت تھا کہ مرہٹوں
اور فرانسیسیوں کی اولوالعزمیوں اور معرکہ آرائیوں سے انگریزی مقبوضات بھی
خدشے اور خطرے کی حالت میں پڑ گئے تھے۔ اُدھر زماں شاہ کے حملے کی خبریں
گرماگرم آ رہی تھیں۔ ہر خفتہ و بیدار خبردار ہو رہا تھا۔ لارڈ ولزلی صاحب نے
نہایت پامردی اور استقلال سے ان تمام بلاؤں کا مقابلہ کرنا چاہا اور اپنی قوت
کے بڑھانے اور انگریزی اقتدار کے برقرار رکھنے بلکہ ایک مستقل اعلیٰ حکومت
قائم کرنے پر تمامتر ہمت مصروف کر دی۔ انھوں نے نواب پر زور ڈالا کہ آصف الدولہ
کے وقت کی جو ستر اسّی ہزار فوج اودھ میں ہو اُسے گھٹا کے اُسکے بجائے انگریزی
فوج کچھ اور بڑھا لیں۔ نواب کو یہ گوارا نہ ہوا۔ قیل و قال شروع ہوئی۔ اسمیں
ت بڑھ گئی۔ معاملے نے طول کھینچا۔ بے لطفی کی نوبت پہونچی۔ نواب نے آشفتہ
ہو کے خلع حکومت کی دھمکی دی۔ مگر وہاں ایسی دھمکیوں سے کیا اثر ہو سکتا تھا۔
مصالح ملکی اور مآل اندیشی نے دل فولاد کے بنا دیے تھے جو تجویز تھی پتھر کی لکیر تھی
دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے وہ نہ ہٹے۔ نوبت بانجا رسید کہ انگریزی فوجیں
اودھ کی طرف بڑھیں۔ مناقشات و مشاجرات کا دروازہ کھلا ہی چاہتا تھا کہ نواب کی

ے کام نہ نکلے گا اور شامت آ جائیگی۔ اُٹھی
ں بھرتی تھی بہت کچھ تخفیف میں آئی اور جون
دہ میں متعین ہو گئیں۔ اب کمپنی کے
ہو چکیں۔ لیکن فوج کی تخفیف سے صرف
سپر شکوہ و شکایت کا دفتر کھولا۔ اپنی
نے یہ بحث پیش کر دی کہ اگر بطور خود ادائی
حصۂ ملک بطور ضمانت تفویض سرکار کمپنی
نامے کا مسودہ اپنے بھائی ہنری ولزلی
تھوڑی گفت و شنید کے بعد ۱۰ نومبر ۱۸۰۱ء
ہیلکھنڈ۔ فرخ آباد مین پوری۔ اٹاوہ۔ کانپور
ی کے تفویض ہو گئے۔ اس زمانے میں اس
ی ۱۹۴۶ء میں اسٹامپ اور آبکاری ملا کے
ے زائد ہے۔ اس کارروائی کا ایک اثر یہ ہوا
نے میں محفوظ ہو گیا۔ اور جو تھی بہت آپنیال
یہ طے ہو گیا کہ انگریزی فوج ہمیشہ کے واسطے
دینا نہ پڑے گا۔ البتہ نواب کو اجازت
ل فوج کی ایک رجمنٹ نجیبوں کی دو ہزار

کے نکل جانے سے رنج تو کیوں نہیں ہوا۔

ہیں، ہر اسی پر قناعت کرنا اسی کے بندوبست میں مصروف رہنا چاہیئے۔ چنانچہ اسکے بعد نہایت
بیدار مغزی اور معدلت پناہی سے کاروبار ملکی پر متوجہ ہوئے۔ شب و روز کا اکثر حصہ کام کے دیکھنے میں
کے دیکھنے سنتے۔ اراکین سے مشورہ و استصواب کرنے اور حکم احکام جاری کرانے میں صرف
کرنے لگے۔ پرچہ نویسوں کی بنی خوب چمکی۔ اخبار نویسوں کی بن آئی۔ لیکن کیا
مجال کوئی جھوٹی خبر تو لکھے۔ سعادت علیخاں کی فکر صائب اور تدبیر عاقلانہ کی روائتیں نکاتیں
بہت مشہور ہیں۔ چنانچہ ایک مورخ کا بیان ہے کہ جب آدھا ملک انگریزوں کے سپرد کر چکے تو رات
دن اسی فکر میں ڈوبے رہنے لگے کہ کسی طرح اسکی تلافی کرنا چاہیئے۔ تلوار کے دھنی نہ تھے کہ کچھ سر اٹھاتے
اور مردانگی کے جوہر دکھاتے میدان میں آتے۔ سوچتے سوچتے یہی بات نکالی کہ ایک وکیل لندن
بھیجا اور کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سامنے تمام مقبوضات کمپنی کی مستاجری کا معاملہ پیش کیا۔
وہاں درخواست پذیرا ہوئی لیکن یہ شرط پیش کیگئی کہ اٹھارہ کروڑ روپیہ پیشگی داخل ہو جائے
چنانچہ نہیں معلوم کس طرح جفا و کفا سے بسر کر کے سترہ کروڑ روپیہ نواب نے جمع کر لیا۔ ایک کروڑ
کی فکر باقی تھی وہ بھی ہو جاتی لیکن ؏ قسمت کی کم نصیبی کو صیاد کیا کرے۔ موت نے فرصت
نہ دی۔ سارا منصوبہ خاک میں ملگیا۔ ایک روایت یہ بھی تاریخوں میں لکھی ہے کہ گور آوسلی صاحب
جو نواب کے بڑے دوست اور مصاحب خاص تھے رخصت لیکے ولایت گئے انکو نواب
کی بہبودی اور ترقی ملک و اقبال کا بہت بڑا خیال تھا۔ انھوں نے ولایت جاکے یہ تجویز
ٹھہرائی کہ لارڈ ہیسٹنگ جو جارج چہارم شاہ انگلستان کے بڑے رفیق ہیں بسبب افلاس ڈوبے
رہتے تنگدست و پریشاں حال ہیں۔ اُن کے ساتھ اگر کچھ سلوک کیا جائے۔ تو ضرور کوئی راہ

ں پر متوجہ کیا۔ چنانچہ نواب کی دولت کے
ر مدارات کے بہت مشکور اور احسانمند
نر جنرل ہو کے آئے۔ آتے ہی آتے انھوں
عاملات کی درستی کے لیئے ہندوستان
۔ اکثر یہی بات زبان پر لائے۔ دوستوں
نے موقع پا کے زہر دیدیا۔ شب بھر کرب
بنہ ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۸۱۴ء
یخ سعادت در زمین" تاریخ وفات ہوئی

ت دنوں تک بیحد کفایت شعاری سے
وں نے کوئی کمی نہیں کی۔ اُنکے نام کا گنج
ئیں سے بھی بعض ابتک موجود ہیں
یا بہت کچھ شہزادوں کو دیکے اُن سے
لے سے شہر کے شمالی حصہ میں دور تک
حالت میں رہگئی ہیں۔ پھر بھی اُنکی یاد
ت بخش۔ دارالشفا۔ کنکر والی کوٹھی
کوٹھی۔ موتی محل۔ دلارام۔ خورشید
د کی اینٹوں سے اب بھی سعادتعلیخاں
سے گھیر کے رمنہ انھیں نے بنوایا تھا

کی رسم بھی انھیں کے زمانے کی نکالی ہوئی ہے۔

(۷) شاہ زمن غازی الدین حیدر

یہ نواب سعادت علیخاں کے بڑے بیٹے تھے۔ باپ کی عہد حکومت میں کچھ نظرتی نقص دماغی سے وارفتہ کچھ کثرت منشیات سے مست الست رہتے تھے۔ مدت تک باپ انسے اور یہ باپ سے آشفتہ و آزردہ رہے۔ دربار کا آنا جانا چھوڑ دیا۔ ایک گوشہ عافیت میں خاموشی اور اطمینان سے بسر کرنے لگے۔ جب باپ کے "جنت آرامگاہ" ہونیکی خبر سنی فوراً در دولت پر پہونچے وہاں شمس الدولہ دوسرے بھائی دعویدار ریاست کا نقشہ جما نظر آیا لیکن اُنکے پہونچتے ہی ہوا کا رخ بدل گیا بیلی صاحب رزیڈنٹ نے انھیں کو مسند نشین کرکے پہلے شمس الدولہ سے نذر دلوائی۔ شلک چلی۔ سلامی اترنے لگی۔ شہر میں مناوی ہوگئی۔ سارے قضیے طے ہوگئے۔ بہتیروں کی امیدوں تمناؤں پر پانی پھر گیا لیکن اب لوگوں نے نیابت کے واسطے خاک اُڑانا شروع کی۔ ہر شخص اپنی اپنی فکر میں پڑ گیا کسیکو خبر نہ تھی یہ ہماے اوج سعادت" کسکے "دام" میں گرفتار کسکے سر پہ سایہ فگن ہوگا۔ لیکن یہ معاملات تقدیری ہیں۔ اسمیں کشش و کوشش بے سود ہوتی ہی۔ اگرچہ بہتیرے قدیم الخدمت جان نثار موجود تھے اور سب اپنے اپنے حقوق و خدمات پیش کر رہے تھے لیکن نواب کی نظر ایک پہ نہ جمی۔ آغا میر سے دل ملا ہوا تھا۔ انھیں پہ نگاہ پڑی قلمدان نیابت اور اسی کے ساتھ معتمد الدولہ مختار الملک سید محمد خاں ضیغم جنگ خطاب ہوا

ہوگئے۔ ہر طرف طوطی بولنے لگا غازی الدین
سف الدولہ کے عہد کا نقشہ جم گیا۔ اُنکو
خوب کھل کھیلے۔ ایک تو خود ہمت عالی
اول درجے کے سیر چشم۔ دونوں نے
۔ مالا مال ہوگئے۔ سعادت علیخاں نے کاٹی
ولت و ثروت کی اس فراوانی اور ایثار سے
الم جمع ہونے لگے حسن پرست جھگڑوں کے
۔ غازی الدین حیدر کو زمانہ بھی اچھا ملا تھا
صاف پائی۔ ملک گیری کی بلند حوصلگی تو
میں جو افکار جدید وسعتِ اقتدار یا اضافہ
رہے۔ ادھر لارڈ ہیسٹنگ کی گورنمنٹ
ہمدردی پر آمادہ تھے۔ سب سامان
و۔ کہ سعادت علیخاں کے جمع کیے ہوئے
کا نشہ پلا دیا کہ نواب و رنائب بلکہ سارا دربار
نشاط کی سے بڑھی۔ خود فراموشی اور مستی
روں زمینداروں کی خبر لینے والا رہا۔
چکلے دار پھر لوٹ مار کرنے لگے۔ پرچہ
بھرنے لگے بیگمات شاہی اور اُن کے
ہماران سلطنت منہ دیکھکے رہ رہ گئے

توڑ اور سازش پر آرہا۔ نہ صلۂ خدمت پر کسیکو نظر تھی۔ نہ قدر شناسیِ اہلِ کمال کا کسی
خیال۔ ایک عجب عالم بےفکری و شادمانی تھا کہ ہر شخص اُسکے مزے لے رہا تھا۔ بنتے بگڑتے
ی کو دیر ہی نہ لگتی تھی۔ امید و آرزو کا سبز باغ ہر وقت ہر شخص کو شاداں و فرحاں رکھتا
یا۔ جو آج گردش زمانہ سے بگڑ گیا ہی اُسے بھی امید لگی ہوئی ہی کہ دو گھڑی میں پھر وہی
رخانے ہو جائینگے۔ القصہ حاکم و محکوم سب ایک ہی رنگ میں شرابور۔ متمول اور فارغ البالی
شراب سے مدہوش تھے۔ خیریت اتنی تھی کہ اس ابتری اور بےخبری کے حال میں بھی کچھ سنجیدہ
ور فہمیدہ اشخاص دربار میں پہونچے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت کچھ پولٹیکل معاملات کو سنبھالے
ور رئیس یوت سے ظاہر درست کیے رہتے تھے۔ درحقیقت انھیں لوگوں کی بدولت بقا و قیام
یاست تھا۔ ورنہ رئیس کی غفلت اور اہلکاروں کی بدکرداریوں سے جو نہوتا تعجب تھا۔

ئیں سے مفتی خلیل الدین خاں رسولپوری اور سبحان علیخاں تاج الدین حسین خاں
جن میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا افلاطون و جالینوس تھا) زیادہ تر ممتاز تھے۔ انھیں کو
معتمد الدولہ کے مزاج میں درخور بھی بہت تھا اور وہ انکی عقلمندی و فراست پر اعتماد کلی بھی
رکھتے تھے۔ چنانچہ بہت کچھ دار و مدار اہم معاملات ملکی کا بھی انھیں لوگوں پر تھا۔ انہیں سے
مفتی خلیل الدین خاں صاحب کو سرکار انگلشیہ میں بھی بہت رسوخ حاصل تھا۔ اکثر ممبران
کونسل اُنکے باپ قاضی القضاۃ نجم الدین علیخاں کے دوست بلکہ احسانمند تھے۔ انھوں
نے معتمد الدولہ کو یہ سوجھائی کہ جو خان علامہ کے بعد سے شکست ہو گیا ہی از سر نو قائم ہونا چاہیے
چنانچہ معتمد الدولہ نے انھیں کو یہ کوشش سپرد کی۔ جب اُنکے مساعی مشکور ہوئیں تو معتمد

اہ اودھ مقرر ہوئے۔ یہ از غیبی سامان ایسے جمع
ڑ اتحاد و وداد اور بھی مضبوط ہو گیا۔ اتفاق
وہاں محمد اکبر شاہ کی بعض بے عنوانیوں سے
ں میں طے کر کے پلٹے کہ اب کوئی جوڑ بھڑ کانا او۔
ل ارادہ کر لیا کہ کمپنی کو اب اس ملک میں تاج
ں اس منصب کے شایاں ہو۔ سب سے پہلے
ح طرح کی دقتیں مشکلیں ایسی حائل تھیں
ہیں لا سکتے تھے مفتی خلیل الدین صاحب کو اِنکی
ئی و سربلندی کے ایسے موقعے ہاتھ لگنے کی تلاش
ں سے گورنر جنرل پاس تحریر پہونچی ستصواباً
یں تاج و تخت کے مالک بنیں۔ اپنا سکہ جاری
نر جنرل نے کورٹ آف ڈائرکٹرس سے پوچھا۔
اہیں کریں۔ کسیکو رخنہ انداز ہونیکی کوئی وجہ نہیں۔
۱۸۱۹ء کو نواب غازی الدین حیدر تخت نشیں
ی الدین حیدر بادشاہ غازی خطاب ٹھہرا۔
ہی و اسباب جلوس مرتب ہو گیا۔ جشن ہونے
وزیر اعظم کا خطاب ہو گیا۔ شیخ امام بخش ناسخ نے
ں" اگرچہ وقف کار جانتے ہیں کہ کس حد تک
ے دوراں۔ لیکن شاعرانہ نظر سے یہ بھی۔

م جوش میں آیا تھا اُس سے ہزاروں تشنہ کام سیراب ہوگئے۔ ایک میر شدہ علیہ صاحب
نے مسخرگی میں گیارہ برس رفاقت کی چودہ لاکھ کمایا اُڑایا۔ محمد خاں خدمتگار نے نو مہینے
ں خدمت کے صلے میں چالیس ہزار روپیہ نقد پایا۔ اسی طرح لاکھوں روپیہ نیو تقا
ضرورت کے وقت دیا۔ ہزار ہار روپیہ کے شال دوشالے معمولی خدمتگاروں کو بیٹے
بیٹے کی شادی اس دھوم دھام۔ تزک و احتشام سے کی کہ لاکھوں روپیہ صرف کر ڈالا۔
دی یہ ہو کہ اس شادی میں مار بیتھم دجہ ایک پیسے کو ملتا ہی پندرہ ہزار روپیہ کا
صرف ہوا۔ روشن الدولہ سمدھی نے شربت پلائی کے وقت نواب کی ہمت عالی کو آزمانا
پا ہا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ "ہمنے سولہ لاکھ روپیہ جو تمھاری نظامت میں باقی ہیں اس شربت
پلائی میں دیے" طرہ یہ کہ جب بادشاہ کو یہ خبر گزرا انھوں نے وزیر سے پوچھا۔ غرض کی حضور
روشن الدولہ نے اسی پر قناعت کی۔ اگر کچھ تامل کرتے میں زر تحصیل دوسرے سال کا
بھی دیدیتا۔

شاہ و وزیر کی اس سیر چشمی سے انگریزوں کے بھی بہت کام نکلے۔ چنانچہ جب برہما کی
لڑائی چھڑی۔ کمپنی کو روپیہ کی ضرورت ہوئی مفتی خلیل الدین خاں نے بادشاہ سے تحریک
کی اور ایک کروڑ روپیہ بطور قرض موبدہ کمپنی کو دلایا۔ جسکا منافع پانچ لاکھ سالانہ ٹھہرا اور
طے ہوگیا کہ ہمیشہ ان اشخاص کو ملا کریگا جنکے نام دستاویز وثیقہ میں لکھے گئے ہیں۔ اسی طرح
جب نیپال سے لڑائی چھڑی تب بھی بادشاہ نے ایک کروڑ روپیہ قرض دیا لیکن اُسکے
معاوضے میں کھیری گڑھ اور ترائی کا ملک کمپنی نے بادشاہ کے سپرد کر دیا۔

وازی نے گورنر جنرل اور ممبران کونسل
ں نے بادشاہ کو باخفا لکھا کہ "اگر آپ سے
یادتحریر محبت نامہ ہو جائے۔ غالب ہو
ے گی"۔ چنانچہ یہاں سے ایک مسہری
ت تلوار ولایتی جیسے نواب آصف الدولہ
ارہ ڈاب کمر بہت بھاری اور بعض اسباب
ح محبت نامۂ شاہی باخفا لکھکر بھیجا دیا
ہوا۔ بسلامت بادشاہ تک گزرا اُسے
ت نامہ بکمال تہذیب ز آداب و القاب
ب طرحسے اپنے ممالک محروسہ میں مالک
سے جسکی قیمت ولایت میں کئی ہزار تھی
طلا۔ اور کئی بندوق سازہ طلا اور کئی گھڑیاں
ی معرفت نواب گورنر جنرل بہادر

یں اس جواب باصواب آنیکی مسرت
وستان میں ہو چکا ہے۔ اُسوقت
م برہم ہو گیا تھا۔ یہ سعی مشکور ہوسکے پھر بھی
جو اسکی قدرشناسی کرتے۔
سے سکون و اطمینان کا زمانہ تھا کہ

فیاض طبیعت وزیر کی سیر چشمی دریا دلی کا بدلہ سمجھو اور رچا ہے عاقل وزیرک مشیروں صلاح کاروں کی حسن تدبیر و فراست پر محول رکھو۔ بہر صورت رعایا برایا کی خوشحالی و شادمانی کا دور تھا۔ شہر کے باشندے چین سے گھروں میں پانوں پھیلا کے سوتے تھے عیش و نشاط بہر درو انبساط کے سوا کسی کو کچھ فکر نہ تھی۔ سونے چاندی۔ مونگے موتی۔ لعل و زمرد کی یہ ریل پیل تھی کہ سبکی آنکھوں کے پردے پھٹ گئے تھے۔ دولتِ دنیا کی کچھ حقیقت کسی کی نظر و میں نہ رہی تھی۔ بے محنت و بے مشقت چھپر پھاڑ کے دولت برس رہی تھی قدر کیا ہوتی۔

اس دورِ حکومت و بادشاہت میں شہر کی تزئین میں خود بادشاہ نے بہت کچھ صرف کیا اور معتمد الدولہ نے تو آصف الدولہ کا نام روشن کر دیا پچاس لاکھ روپیہ لگا کے اُنھوں نے ایک امامباڑہ بنوایا تھا۔ انھوں نے بھی پچاس لاکھ صرف کر کے کوٹھیوں محلسراؤں کا ایک جنگل بنا کے کھڑا کر دیا۔

غازی الدین حیدر کے وقت کے موتی محل اور شاہ نجف سعادت علیخاں اور اُنکی بیوی کا مقبرہ ابتک اچھی حالت میں ہیں۔ باقی شاہ منزل مبارک منزل۔ قدم رسول کی عمارتوں کا تو نام و نشاں بھی باقی نہیں۔

اسیطرح فرح بخش اور لال بارہ دری کے درمیان بادشاہ نے ایک نہر بھی نکالی تھی اُسکے واسطے سولہ گھوڑے کی قوت کا ایک انجن منگایا تھا جسکے ذریعے سے دریا سے پانی نہر میں آتا تھا۔ اب نہ نہر باقی ہے نہ نہر سے پیاس بجھانیوالے۔

غازی الدین حیدر پینتالیس چھیالیس برس کی عمر میں مسند نشیں ہوسے تھے۔ قوی

تھے اور اس باب میں ایجادیں کرتے
ں۔ اسہال میں مبتلا ہوئے اور ایسے بیتا
ع الاول ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۸۲۷ء
ئی دوسرے دن امامبارہ ٔ نجف

ے لبا آرزو کہ خاک شدہ
۱۲۴۳

ں حیدر

ر کے بیٹے تھے۔ ۲۲۔ جمادی الاول
خطاب ممتاز محل کے بطن سے پیدا ہوئے
م کر دیا۔ بادشاہ بیگم صاحبہ نے اپنی
ادگی بعیش و کامرانی بسر کیا لیکن کچھ
نے سرشار کیا کہ گل کھلے۔ ایک تو خلقی
نہ تعلیم و تربیت۔ ہر بات پر اللہ آمین
سرور۔ عادتیں بگڑنے لگیں بیہودہ
لکھے بادشاہ بہت کڑھنے اور آزردہ
ں نے آنکھ کھول کے جو دیکھا تو یہی
راجہ اور پرجا سب عیش و عشرت میں
لیکا پڑا۔ آنکھ اچھی صورت دیکھنے کی

لیے وقف ہوا تو جان بیٹے اور پر بنے کے واسطے ہر وقت ہتیلی پر رہنے لگی۔ باپ کو رتق و فتق
سلطنت میں دماغ سوزی کرتے ایک دن نہ دیکھا پھر اُنھیں از خود یہ درد سر خریدنے کا حوصلہ
کیونکر ہوتا۔ پھر بھی باپ باپ ہی تھے بیٹے کے یہ اطوار کیسے پسند کرتے اسیطرح یہ ہوا کہ غمازوں
نے موقع پاکے خوب نون مرچ لگایا۔ اور باپ کے دلمیں بیٹے کی طرف سے دیوار اُٹھا دی
بیگمصاحبہ شاہزادے کی حمایتی تھیں وہ بھی معتوب ہوئیں۔ اسی کشاکش میں ایک بار صف
آرائی کی نوبت پہونچی۔ انگریزی رزیڈنٹ نے بیچ بچاؤ کیا۔ آخر شاہزادے کو لے کے
بیگمصاحبہ شہر کے باہر ایک باغ میں رہنے لگیں۔ اب میدان خالی پاکے حریفان غماز
نے بڑے بڑے جوڑ مارے۔ شاہزادے کو تخت و تاج کیا معنے متاع زندگانی سے محروم
کر دینے کی کوشش کی۔ لیکن ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد کسے کو پُف زند ریشش بسوزد

سب نے منہ کی کھائی۔ ایک کی مراد نہ بر آئی۔ وہ شمع کاشانۂ اقبال عین شباب۔ اُٹھتی
جوانی میں جبکہ دیوالی کے چراغاں سے سارا شہر منور تھا۔ بزم افروز ایوان سلطنت ہو گیا
یعنے بادشاہ کے خلد مکاں ہوتے ہی بیگمصاحبہ در دولت پر پہونچ گئیں۔ شہزادے کے سوا اور
کوئی دعویدار سلطنت نہ تھا۔ لہذا انگریزی رزیڈنٹ نے فوراً تاج شاہی سر پر رکھ دیا۔ نذریں
گزرنے لگیں سلامی کی توپ چلی۔ شادی مبارک کی دھوم مچی۔ ابو النصر قطب الدین سلیمان
جاہ سلطان عادل نوشیروان زماں حضرت شاہ زماں نصیر الدین حیدر بادشاہ غازی
خطاب ہو گیا۔

نصیر الدین حیدر بادشاہ کے وقت کے کارنامے مورخانہ تحقیق و تنقید کے شایاں نہیں

ہت اچھا سامان جمع ہو جائے۔ اس لیے
ین کو اُس وقت کی ایک سرگزشت سناتے
ا نے لکھی ہی جسنے کئی برس کے قیام لکھنو
قیت حاصل کی تھی۔ اُسکی صداقت
دینا ضروری معلوم ہوتا ہی کہ جزئی اختلافات
لثر واقعات کی تصدیق تاریخ اور روا

پہلا کارنمایاں یہی تھا کہ سامان عیش و راحت
ئے۔ ایک سو کئی طائفہ ارباب نشاط کے
بانی (جسکا خطاب ملکہ زمانیہ ہوا) کا موافق
ی جاگیر مقرر ہوئی۔ پھر والٹر کی بیٹی مخاطب
اُنکی بھی ہوگئی۔ انکے بعد خورشید محل
یا چھ لاکھ کی جاگیر اُنکو بھی ملی۔ اسی کے
ر کی جسے معتمد الدولہ نے ضبط کر لیا تھا
پاسٹھ لاکھ قرض دیا تو اُسکے سود سے
چھ چھ ہزار ماہوار وثیقہ ہوا۔ ان سب پر
ں کیا معنی کروروں پر بند نہ تھی۔ کچھ کم جا
ت نے جلد خبر لی ورنہ سلطنت نیگ لگجاتی
محل کے متوسلین۔ اعزا اقربا کے بیش قرار

ان دونوں کی وجہ سے شہر میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ اظہار دولت
ثروت نمود جاہ وحشمت سے ہر کوچہ و برزن میں ایک بہار آگئی۔ امرائے دولت واعیان
سلطنت کے جلوسواری کے کروفر سے ہر طرف رونق تازہ پیدا ہو گئی۔ کہیں راہ گلی میں
نوبت ونقارہ کی صدائیں۔ ماہی مراتب کی شوکت وشان سے چشم وگوش لذت اُٹھاتے۔
کہیں یاران بے تکلف کی صحبت میں ناؤنوش کی آوازوں اور پری پیکروں کی جلوہ نمائی سے
دل ودماغ پر عالم سرور و سرخوشی طاری ہوتا۔ القصہ بیفکری اور بے اندازہ دولتمندی سے جو
سامان جمع ہو سکتے ہیں سب جمع ہو گئے تھے۔ ہر شخص بحال خود شاداں وفرحاں تھا۔ اسکی کسے
پروا تھی کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے اور خلقت پر کیا گزر رہی ہے۔ خود بادشاہ سلامت کو تخت پر بیٹھتے
ہی بیٹھتے جو خیال ہوا بھی تو اسی قدر کہ کسیطرح معتمد الدولہ کو معزول بلکہ ذلیل وخوار کر کے
کینہ دیرینہ کا انتقام لینا اور دل کے پھپھولے پھوڑنا چاہیئے۔ چنانچہ جب دسمبر ۱۸۲۷ء میں لارڈ
کمبرمیر کمانڈر انچیف افواج انگلشیہ تشریف فرمائے لکھنؤ ہوئے تو اُنکا واسطہ دیکے صاحب
ریذیڈنٹ کو آمادہ کرایا۔ بالآخر رزیڈنٹ صاحب کے ہاتھوں یہ مہم سرانجام ہو گئی۔ یعنی نواب
برخاست ہو گئے۔ بادشاہ سلامت اب خود مہمات سلطنت پر متوجہ ہوئے چند روز میں
سلطنت بگڑ جاتی رہی۔ بعد چندے جب اعتماد الدولہ میر فضل علیخاں کو منصب وزارت پر سرفراز کر دیا
وہی بیخودی وہی رندی سیہ مستی شروع ہو گئی۔ اعتماد الدولہ نے چند روزہ وزارت
میں ایک کرور روپیہ کمایا لیکن دربار کا رنگ بدلا دیکھ کے بسبب خودداری کنارہ کشی اختیار

ت میں کچھ یورپین لوگ زیادہ دخیل
نے یہ لکھے ہیں۔ ڈی رسسٹ حجام
کتب خانہ۔ اور کپتان ہگینس۔ انہیں
الت مخموری بادشاہ کے سامنے اپنی
ی موجود تھے۔ بادشاہ نے اُنسے
ب سخت دیا۔ بلکہ پگڑی پر دست درازی
شفتگی ظاہر کی۔ بادشاہ ٹال گئے انھیں
نہ گئے۔ بہت بلائے گئے لیکن انھوں
ریف لیگئے۔ دروازے پر کھڑے
کے لائے۔ خلعت کو حکم ہوا لیکن
رت چھوڑ کے خانہ نشینی اختیار کی لیکن
ستارۂ اقبال طلوع ہوا۔ یہ از حد
لیکن افسوس ہے کہ انھیں زمانہ اچھا
ن ایک نہ چلا تخفیف اور سخت گیری
ں پیدا کر دی کہ جس سے ایک دن
ں چند کام انگریزوں کے خوش کرنے
دہ ہو بھی گئے۔ یعنے اول تو ایک دار الشفا
سطے چھ لاکھ روپیہ گورنمنٹ کے خزانے
ب چل رہے ہیں۔ دوسرے لیتھوگراف کا

ایک رصد خانہ سلطانی بنوایا نواب منتظم الدولہ ہی کے عہد وزارت میں نواب معتمد الدولہ
کے خارج البلد کرنیکا مسئلہ گورنمنٹ سے یوں طے پا گیا کہ نواب معہ اہل وعیال ومال واسباب
رزیڈنٹ کی حفاظت میں شہر سے باہر کسی مقام پر عملداری سرکار میں جا کے رہیں۔ انکی دعاوی
کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ یعنے بائیس لاکھ روپیہ جو بابت ضمانت تنخواہ وغیرہ خزانۂ رزیڈنٹی
میں جمع تھا اور مجموع الافلاک جسکی تعمیر میں ایک کرور سے زیادہ صرف ہوا تھا دس لاکھ
کی محسوب کرکے مجموع بتیس لاکھ روپیہ دیدیا گیا اور اکتوبر ۱۸۳۰ء میں وہ روانہ کانپور
ہو گئے۔ قیصر التواریخ کے مصنف نے تو نواب کی نقد وجنس کا تخمینہ صرف دو کرور
روپیہ کیا ہی۔ لیکن ملٹن صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ نواب کا اسباب آٹھ سو
چھکڑوں اور بے شمار اونٹوں ہاتھیوں پر بار ہو کے کانپور گیا۔ جسکی قیمت تخمینی
پچیس کرور روپیہ تھی۔ اصل حال خدا جانے۔ اتنا ضرور ہے کہ معتمد الدولہ کے
وقت میں سلطنت کی ساری آمدنی انھیں کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ بادشاہ کو
لٹانے کے واسطے سعادت علیخاں کی جمع کی ہوئی دولت کیا کم تھی کہ وہ حساب لیتے۔
نواب منتظم الدولہ کی غیر ہر دلعزیزی عوام کے احاطے سے نکل کے خواص تک
پہونچی۔ حتے کہ صاحب رزیڈنٹ سے بھی بے لطفی ہو گئی۔ اُدھر محلات شاہی
بھی اُن کے غرور وتمکنت سے زچ رہنے لگیں۔ اور وہ بھی بلند پروازی دکھانے لگے
یعنے ولیعہد تو ولیعہد خود بادشاہ سلامت پر آڑی آنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے معتوب

ھوں نے بھی مدت قلیل میں دولت
ں سے معلوم ہو سکتا ہو کہ اردن صاحب
سالانہ ملتی تھی اور اسکے علاوہ
ں سلطنت کی تنخواہوں سے ایک ربع
کھ سالانہ ہوتی تھی یعنے کل بیس لاکھ
لتے تھے اور وقتاً فوقتاً جو عطایاے شاہی

ارت پر سرفراز ہوے۔ یہ معتمد الدولہ کی رفاقت
انکی بسر اوقات بھی مشکل ہوتی تھی لیکن
جلیلہ پر سرفراز ہو گئے کہتے ہیں جب یہ
ایا کہ "ہمیں تعجب ہو کہ تمنے وزراے ماضیہ کا حال
ختیار کیا۔" نواب نے عرض کی کہ "ہر نا کیا
سے کچھ مقرر تھا۔ نہ مال دنیا میرے پاس رہا
کا تھا میں نے اس خیال سے اختیار کیا

معزز ناظرین اودھ کے فرمانروا اُنکے عمل اور نصیر الدین حیدر کے مفصل حالات اور بادشاہی کی کیفیت آپ سن چکے اور اچھی بری رائے بھی قائم کر چکے بقیہ فرمانرواؤں کے حالات بھی انشاء اللہ دوسرے حصہ میں شایع کیے جاوینگے اب ذرا تصویر کا ایک اور رخ ملاحظہ کیجیے دیکھیے ایک محب وطن کس حسرت اشتیاق اور جوش سے اپنے بادشاہ کی تصویر الفاظ میں کھینچتا ہے۔ اُسکے جذبات حب الوطنی آنکھوں کو نہ دوسری طرف متوجہ ہونے نہ دل میں نکتہ چینی کی ہوا لگنے دیتے ہیں اُسے سب بھلا ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔

"ستائیسویں ربیع الاول یوم شنبہ ۱۲۴۳ھ اور بیسویں اکتوبر ۱۸۲۷ء تھے کہ زیب دہ اورنگ شاہی ہوا اور بعد پدر مرزا غازی الدین حیدر جنت مکان مانوس سریر سلطنت پر کیا اُس سن وسال میں بادشاہی ہاتھ آئی۔ فرمانروائی فرمائی کہ شاہانِ گذشتہ کو جسکی تمنا ہی میسر نہ آئی جوان بخت وجوان دولت جوان سال پچیس برس کا سن عین شباب۔ جوانی کی آب وتاب۔ مزے کے دن تھے کہ تخت وتاج ہاتھ آیا۔ زیست کی کیفیت۔ حکومت کا لطف خوب اُٹھایا جلسہ وہ موجود رہا جو محمد شاہ کو نصیب نہوا۔ ہزارہا پری پیکر۔ حور وش سیمتن گلبدن نازک اندام بالباس پر تکلف خدمت گزار۔ خدام دست بستہ حاضر رہیں۔ گلاب وکیوڑہ تو کیا عطر کی نہریں بہیں۔

سے طیاری میں دونا۔ روپیہ
یے۔ گلشن شباب بسکہ لہلہا رہا تھا
یب روش و غریب طیاری کے تھے
و فراشنیوں کے ہاتھ چاندی کے
فاق۔ گائنیں پری پیکر موسیقی میں
یما۔ رشک مہر کمسن۔ انکی لاؤبالیاں
ر ادا رشل سلیمان علیہ السلام ہوا پر رہا
پھر کو چمن بندی معشوقان طناز و
ہ گلفام پر لالہ داغ کھاتا۔ سنبل انکی
ں روے سوسن کبود تھا۔ مدح کو سوزبان
۔ دیدۂ آہوے ختن سے خون کی
تا منھ میں پانی بھر آتا تھا۔ سبھی کا فرد
ا چیدہ نوکر تھا۔ تین پہر بجے یہ سب
کے جوڑے عنایتِ سرکار بلا غ و
ہ چمن روان ہو۔ بلکہ پھولوں میں
طرز و انداز۔ غمزہ و ناز کہاں
الیاں۔ قوال بین کار۔ رباب ہیے
ہی موجود رہتے۔ کمرے میں
ی و نگار۔ جہاں تک پہنک نگاہ

تلے اتنا ساماں کہ دوسری طرف ہاتھ بڑھانے کی نوبت نہ آئے جس شے کی خواہش ہو کھائے کمرہ دولھن کی صورت کا سجا۔ جھاڑ کنول۔ فانوس ہوشربا۔ پردوں میں سیروں بنت۔ گوکھرو۔ بادلہ۔ لچکا ٹکا۔ فرش سے تا سقف و جدار آئینہ بندی عقول سکندر اگر دیکھتا حیرت آتی۔ اپنی سلطنت بھول جاتی۔ جدھر نظر اٹھاؤ ایک کے ہزار پاؤ۔ ادھر خود بدولت رونق افزا ہوئے ادھر پریوں کا ناچ ہونے لگا۔ کمرے کے باہر انگریزی باجے بجنے لگے۔ قوال بین کار ساز ملائم بجنے لگے جو جو اندر باہر حاضر تھا اپنے کام میں مشغول حضور اکل و شرب میں متوجہ ہوئے کسی کی طرف نہ اٹھاتے تھے جن کے لطف آئینوں میں نظر آتے تھے۔ اب جس کا بخت مددگار اور طالع یار ہوا اس کو قریب بلایا کچھ کھلایا پلایا اور جو اختلاط منظور ہوا تو اسکا دلدر دور ہوا۔ ایک دم میں نہال کیا۔ دولت دنیا سے مالا مال کیا۔ ایک دن میں پانسو جوڑی جواہر نگار کڑے کی نرم نرم ہاتھوں میں رنڈیوں کے پڑے نصف شب گذری صحبت موقوف۔ یہ قافلہ روانہ ہوا وہ جو جلسے والیاں اور محل کی گائنیں پری وش ذی ہوش مرصع پوش تھیں انکا آنا ہوا۔ کوئی تلوے سہلانے لگی کوئی پنکھا ہلانے لگی کسی نے کہانی شروع کی۔ کوئی چٹکلے کہنے لگی۔ کوئی شعر پڑھنے لگی۔ کوئی پاؤں دبانے کے بہانے سے دبے پاؤں پڑ رہنے لگی۔ اب اسمیں جسکا نصیب جاگا وہ اپنا حصہ لے بھاگا۔ دم سحر جب بیدار ہوئے سیر کو سوار ہوئے پھر وہ نیا مکان تازہ ساماں۔ غرضکہ

دم بری رخونکی دیدنی تھی۔ قابل دید
ہمت سے کے روبرو حاتم تمیل تھا
لاعاری تھا جس جس کی قسمت
بیعت جو آئی۔ خاک سے پاک کیا
تحصیل میں لاکھ روپیہ مہینے کی تین
تھی کہ کیا ہوئیں۔ ملکہ زمانیہ اور
یست رہیگا۔ احتیاج قریب نہ آئے
مار یاں تھیں۔ دس پانچ لاکھ روپیہ
طبع بریدہ دنیا سے نرالی رہی ہر دم
تھے نائب سے نہ رخطیر اسکی قیمت
ہے۔ لاکھوں روپے کی عمارت
اری کی۔ جو پوشاک ایک بار پہنا
خوش دماغی ہیں تاناشاہ پر طعنہ
و۔ ایک دن لخلخہ کی ہانڈی میں تیل
ہ دماغ پریشان ہوا۔ خوشبو ساز
معمول انھوں نے باہم اثبات کیا
تہ صفائی دماغ پر خطا کے مقر ہوئے
نے مٹھائیاں ہزار پانسو روپائے
ن باقی تھیں کہ سب نے چاندی کی

کا صرف بے حساب رہا۔ کارندوں نے جو لکھ دیا وہ لیا۔ گلوری گز بھر کی بنتی تھی جہاں سے کاٹ کر کھائیے سب مصالحہ برابر پائیے۔ شہر کے تنبولی سیٹھ ہو گئے صوبے اودھ میں پان نہ رہے۔ گلوری جو کھلائی وہ سرخرو کیا گیا انعام پاتی تھی ایک روز پانچ توڑے اشرفی کے اور کئی ہزار کی چادر جو اُسوقت زیب دوش تھی عنایت کی۔ اُسکی خاطر میں نہ آئی بلکہ روکھی صورت بنائی۔ گھر لٹنے پر مزے اوڑاتے ہوس نکالتی ہو۔ سونا اُچھالتی ہو۔ گھوڑے وہ کہ ادہم صبا نے ہمراہی میں پا ٹھوکر کھائی گرد نہ پائی۔ وہم و خیال انکے رفتار میں تنگ گمان تصور میں لنگ۔ رخشِ رستم شبدیز خسرو بھی گرد تھا۔ ہر ایک سریع السیر جہاں گرد تھا۔ ہاتھی ایسے کہ دکھن کی جان پیل فلک سے زیادہ رفعت و شان۔ سبک رو جھول ایسے کہ جب چلنے پر آئیں حشرات الارض آزار نہ پائیں۔ ہزارہا جامہ وار گراں قیمت سہلًا جھول اور گرونی کے واسطے قطع ہوگئے کشمیر سرد ہو گئی اور ہودج و زین سونے چاندی کے اتنے بنے کہ زمین سفید اور زرد ہو گئی جسطرف خیال آیا اُسے انتہائے کمال کو پہونچایا۔ اس عیش پسندی پر عشرۂ محرم میں تا اربعین دن رات رونا۔ زمین پر سونا۔ لباس آبی یا سیاہ۔ لب پر نالہ و آہ بھولے سے مُسکرانا۔ ہزاروں روپیے مرثیے خواں اور سادات محتاج آب و نان کو دینا حسنات لینا۔ دوازدہ امام کی درگاہ۔ صاحب الامر علیہ السلام کا غار بنوایا۔ لاکھوں روپیہ کا اسباب وہاں چڑھایا۔ بیٹھے بیٹھے طبیعت جو لہرائی

۔ یا۔ مزدور غریب نہال کیا۔ فرماتے جب
اچمن بنتا تھا۔ پھولوں کا شامیانہ تنتا
گرد چار حوض رکھے جاتے تھے۔ دو
پریز۔ بوسے فتنہ خیز۔ فوارے کی جا
تا تھا۔ اور چینی کے حوضوں میں
تا تھا ہر شام یہ سامان طیار ہوتا اور جب

یا۔ ایسی بہار پر خزاں لایا۔ لکھنؤ تباہ
الیہ راجعون" آئی۔ سلطنت خاک
ساز ہوئی۔ لاش گور و کفن کی محتاج
و بلند پرواز ہوئی ؎
رد ب مہ بہ برج کرب بلا شد
ن خاک ہوا۔ گریبان ممبر چاک
ر ساتویں جولائی ۱۸۴۷ء روز
اللہ دس برس سے زیادہ سلطنت

ابصار

کی چھپائی مین غلطنامہ لگانا ہی ایک جوہر ہے - اسی خیال سے اس کتاب مین قصد
کچھہ غلطیان رہ گئی ہین تاکہ اس جوہر سے یہ کتاب معرا نہ ہے -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۹	باتا	جمانا	۳۶	۲	نانکاری	نانکاریں
۱۳	۱۴	درے	دریاسے	۳۷	۱	کا	گا
۱۶	۱۰	۱۸۶۶ء مین	۱۸۶۶ء	″	۹	کرلائیں	کرالائیں
″	″	۱۸۵۷ء	۱۸۵۷ء کو	″	۱۳	ہوا-	ہوا کہ
۱۸	۱۶	ہوا	ہو	۳۸	۹	اٹھائے	اٹھاتے
۱۹	۱۲	دے رہے	ہو رہے	۳۹	۸	موی	ہوی
۲۰	۱۲	ابھی	بھی	۴۰	۱۲	طرح	طے
۲۳	۵	دومغسانہ	دوستانہ	۴۱	۱	پایا	بایا
۲۷	۷	حسیدر	حیدر	″	۵	زپاشی	زرپاشی
″	۱۱	جسکا	جسکی	″	۱۱	گارہی	گاڑھی
″	۱۲	ہوتا	ہوتی	۴۵	۷	اب	آپ
۲۵	۱	سمبر	ستمبر	۴۸	۱	کھرے	اکھڑے
۳۳	۳	کہ	کو	۵۲	۴	ایک	جیسے ایک

تصانیف دینیہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

کلید مثنوی معنوی حصہ ۱	عہ ر
” حصہ ۲	عہ ر
تعلیم الدین	[illegible]
فروع الایمان	[illegible]
جزاء الاعمال	[illegible]
اصلاح الرسوم	۴ر
بہشتی زیور گیارہ حصہ فی حصہ	۳ر
نیک بیویاں	۴ر
اعمال قرآنی ہرسہ حصہ	۴ر
فتاوائے اشرفیہ حصہ ۱	۳ر
ایضاً حصہ ۲	۴ر
فردوس آسیہ	عہ ۴ر
اوراد رحمانی	۲ر

متفرق دینیات

شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل	۶ر
فوز الکبیر فی اصول التفسیر	۶ر
ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ	عہ ۸ر
آیات بینات حصہ اول جلد ۱	
” جلد ۱ حصہ ۲	
” جلد ۲	
فتاوے عزیزی اُردو	عہ ر
مکتوبات امام ربانی	عہ ۱ر
مقامات امام ربانی	۵ر

حصہ ۲ ر

فردوس برین ۱۲ر

مقدس نازنین ۲ر عہ

زیاد و حلاوہ ۱۴ر

یوسف و نجمہ عہ ر

درگیش نندنی ۱۴ر

میوۂ تلخ ۱۳ر

بدر النساء کی مصیبت ۱۳ر

ایام عرب ۶ر عہ

ماہ ملک عہ ر

حروب صلیبیہ ۶ر عہ

شوقین ملکہ ۲ر عہ

زوال بغداد ۴ر عہ

قیس ولیلیٰ ۴ر عہ

تصانیف مرزا محمد ہادی مرزا

امراؤ جان ادا ۶ر

ذات شریف ۶ر

شریف زادہ ۶ر

تین سانپ

اختر و حسینہ ہر دو حصہ

حسن سرور

دیوان دہلوی

گورا

تصانیف منشی سجاد حسین صاحب اڈیٹر

کایا پلٹ

احمق الذی

حاجی بغلول

طلسمی فانوس

میٹھی چھری

پیاری دنیا

تصانیف منشی جوالا پرشاد

معشوقہ فرنگ

آتھیلو

روہنی

مار آستین

مرزا لنی

پرتاب

بنگالی دلہن

بروگ

المشتہر شفاعت علی علوی مہتمم الناظر بک ایجنسی ... لکھنؤ

DS
485
O94A54